لشکر سمیٹ لو

(شعری مجموعہ)

پھول محمد نعمت رضوی



عزیز گرامی قدر پھول محمد نعمت رضوی کی شاعری کی عمر غالباً ۶/۵ سال ہوگی۔اس سے قبل وہ دینی اجلاس کی نظامت کا سکہ ہند و نیپال کے بیشتر علاقوں میں جما چکے تھے جس کا سلسلہ آج بھی قائم ہے۔ان کے فنی شعور میں اضافہ کے ساتھ فکری وسعت اور اشعار کی ادائیگی میں حسن ونکھار پیدا ہو گیا ہے۔ طرحی نشستوں میں اساتذہ فن کے روبرو خود کو پیش کر کے کامیابی سے ہم کنار ہونا' رسائل وجرائد میں تسلسل کے ساتھ حاضر ہونا' دینی اجلاس کی نظامت کے ساتھ دینی اداروں میں درس و تدریس کے فرائض انجام دینا یہ سارے کام اپنی نوعیت کے اعتبار سے بہت مشکل اور سخت ہیں۔ان کا ایک غزلیہ شعری مجموعہ "لشکر سمیٹ لو" بہار اردو ڈائرکٹوریٹ کے مالی تعاون سے شائع ہو رہا ہے یہ جان کر بڑی مسرت ہوئی۔جیسا کہ میں نے آغاز میں لکھا ہے کہ ان کی شاعری کی عمر آٹھ یا نو ہے۔ اتنی چھوٹی عمر میں اتنی شہرت وسرفرازی ہر قلم کار کو حاصل نہیں ہوتی۔ رب العزت جل جلالہٗ ان کے علم وفن میں مزید وسعت پیدا کرے اور صحت وسلامتی کے ساتھ درازئ عمر عطا کرے۔ آمین ثم آمین۔

خیر اندیش

وصی مکرانی واحدی

بانی وصدر "کائنات سخن" سلنگوا

LASHKAR SAMET LO-5

Sunday, June 03, 2018
8:30 PM

لشکر سمیٹ لو

(شعری مجموعہ)

پھول محمد نعمت رضوی

یہ کتاب اردو ڈائرکٹوریٹ کابینہ سکریٹریٹ پٹنہ، بہار کے مالی تعاون سے شائع کی گئی ہے۔
مصنف کے خیالات سے اردو ڈائرکٹوریٹ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

نامِ کتاب	:لشکر سمیٹ لو (شعری مجموعہ)
شاعر	:پھول محمد نعمت رضوی
مشغلہ	:درس وتدریس، نظامت ونقابت، شعروشاعری
سنہ اشاعت	:۲۰۱۸ء۔ باراول
تعدادِ اشاعت	:۵۰۰/ صفحات :۲۳۲/
کتابت وطباعت	:سید مصطفےٰ علی
	اخبارِ اڑیسہ پبلی کیشن۔ دیوان بازار۔ کٹک۔ 753001 (اڑیسہ)
ناشر	:فرقان فیضی ابن نعمت رضوی۔ متعلم جامعۃ الرضا۔ متھراپور سی۔ بی گنج۔ بریلی (یوپی)
قیمت	:۲۰۰/روپے
ملنے کے پتے	:ماسٹر عبدالکلام مومن۔ جودھیوال بستی۔ پٹرول پمپ۔ لدھیانہ (پنجاب)
	:اطہر بستپوری۔ الہ آباد۔ :فیضی کتاب گھر۔ مسہول چوک۔ سیتامڑھی (بہار)
	:ماسٹر حسنین رضا۔ بستی منی سنگھ۔ کلدیپ نگر۔ لدھیانہ
	:مولانا احمد رضا مصباحی برہمپوروی۔ سعودی
	:رضا بک سیلر۔ کمپنی باغ۔ مظفرپور (بہار)
	:حافظ محمد شمس الحق رضا ہوزری۔ بستی گجران۔ جودھیوال۔ لدھیانہ
	:شکیل بھائی۔ زری کارخانہ۔ دہلی
	:بک امپوریم۔ سبزی باغ۔ پٹنہ۔ بہار
	:ماسٹر نظام الدین۔ دانا منڈی۔ لدھیانہ
	:مولانا محمد رضا ضیائی۔ کے جی این ٹائر۔ مالیگاؤں

انتساب

اپنے والدین کے نام
جن کی محبتوں اور شفقتوں کے زیرِ سایہ میری پرورش ہوئی
اور جن کی رہبری میں آج میں کسی قابل بن پایا۔
اور
اس ادارے اور اس جگہ کے نام جس کی علمی اور ادبی فضاؤں اور
عطر بیز ہواؤں میں بیٹھ کر یہ غزلیں کہیں جو اس کتاب میں شامل ہیں۔

فہرست

محمد قمر الزماں مصباحی
؁ الجامعۃ الرضویہ۔ مغلپورہ۔ پٹنہ (بہار)

ایک حقیقت آشنا شاعر۔ نعمت رضوی

غزل اب صرف معشوق کی زلفِ پیچاں' لب و رخسار اور چشم سرگیں کے ذکر کا نام نہیں ہے بلکہ معاشرہ کی اصلاح، مردہ قوم میں زندگی کی روح پھونکنا، ظالم طاقتوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا، برائی کی کمر توڑنا اور قوم وسماج کو ہر اس انقلاب سے آشنا کرنا جو اس کے روشن مستقبل کا اشاریہ ہے۔ یہی ایک کامیاب شاعری کا حصہ ہے اور شاعری بھی وہی شاعری ہے جو ذہنوں کو بیدار کرے، نئے انقلاب کی فضا ہموار کرے، قوم کو شکست وریخت سے بچائے، کرب سے نجات دلائے اور ناکامیوں سے دوچار انسانیت کے لئے فتح ومسرت کے نئے نئے دروازے کھولے۔ گویا غمِ ذات کو غم کائنات کا خوبصورت لبادہ اڑھا دے۔ یہی ایک خوبصورت شاعری کہلاتی ہے۔ اس تناظر میں جناب نعمتؔ کی شاعری کا مطالعہ کرتے ہیں تو کافی حد تک اطمینانِ قلب حاصل ہوتا ہے۔ نئی نسلوں میں نعمتؔ کی اپنی ایک شناخت ہے۔ ملکی سطح پر ایک کامیاب اناؤنسر کی حیثیت سے آپ کی پہچان قائم ہے۔ اس فن میں پورے ہندوستان سے اپنا لوہا منوا چکے ہیں۔ ملک کی کوئی ایسی ریاست نہیں جس نے آپ کے قدموں کا بوسہ نہ لیا ہو۔ انہوں نے اپنی فعال زندگی کا کیریر مذہبی جلسے اور جلوس کی نظامت سے شروع کی اور آج ملک کے نعتیہ اور غزلیہ مشاعروں میں شاعر کی حیثیت سے شرکت کر رہے ہیں۔ انہیں نعت اور غزل ہر دو صنف سے عشق کی حد تک لگاؤ ہے۔ ابھی چند سالوں کے اندر یکے بعد دیگرے ان کی نعتوں کے چار مجموعے حرف حرف روشنی' روشن حروف' روشن عبارت اور تحائفِ نعمت حرف شائع ہو کر اہلِ ادب سے خراجِ تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ خدا کرے ان کی فکر کا شاہین ہمیشہ اڑان بھرتا رہے۔ اب وہ اپنی غزلوں کا مجموعہ "لشکر سمیٹ لو" لے کر ہمارے سامنے آرہے ہیں۔

ناچیز سے انھوں نے تاثرات کے لئے فرمائش کی اور بار بار اصرار کیا تو باوجود اپنی مصروفیات کے ان کے حکم کو ٹال نہیں سکا۔ مسودے پر نظر دورائی تو ان کے اشعار نے دامنِ دل کھینچنا شروع کردیا اور مطالعہ پر مجبور کیا۔ جب یہ کتاب منظر عام پر آئے گی تو میں سمجھتا ہوں

قارئین کو یہ فیصلہ کرنا دشوار ہوگا کہ حضرت نعمتؔ غزل کے اچھے شاعر ہیں یا نعت کے۔ بڑی اونچی فکر، کھنکتا لہجہ، جذبوں کی آنچ، صداقت کی خوشبو' احساس کا درد، محبت کی کسک، اسلوب کی دلکشی' فکری طہارت' عصری حسیت اور بے حد عمدہ اندازِ بیان غرض کہ ان کی شاعری میں وہ سب کچھ ہے جو ایک اچھی شاعری کے لئے ضروری ہے۔ میں یہی کہوں گا کہ ان کا یہ غزلیہ مجموعہ اردو کے شعری ذخیرے میں ایک اضافہ تصور کیا جاسکتا ہے۔ یقین ہے کہ ادبی حلقہ ان کے سابقہ مجموعوں کی طرح اس کا بھی خوشدلی سے استقبال کرے گا۔ چند اشعار ہی پر اکتفا کرتا ہوں تا کہ اصل کتاب تک آپ جلد پہونچ جائیں:۔

جھوٹ کا چلتا ہے سکہ اب یہاں چاروں طرف
اور سچی بات کہہ کے وہ بہت بدنام ہے

مری جھونپڑی مجھ کو دیتی ہے تسکیں
اسے خوبصورت محل لکھ رہا ہوں

عداوت کی فضا میں سانس لینا ہوگیا مشکل
ابھی ان کی نگاہوں میں تعصب کے شرارے ہیں

ملتا نہیں ہے کوئی بھی اب تو خلوص سے
چہرے پہ سب کے غازۂ مکر و ریا لگے

سجدوں میں اب رہی نہ وہ خوشبو خلوص کی
خالی اثر سے آج ہماری دعا لگے

جلا رکھا ہے ہم نے حوصلوں کا اک چراغ اب تک
بلا کی آندھیوں میں بھی کبھی مدھم نہیں ہوتا

☆☆☆

توفیق احسن برکاتی
ممبئی

منفرد لب ولہجہ کا شاعر۔ نعمت رضوی

عہد جدید کے ممتاز ناظم' ذمہ دار عالمِ دین' ملک گیر سطح پر اپنی خوش مزاجی اور سنجیدہ فکری کا نقش چھوڑنے والے زندہ دل شاعر مولانا پھول محمد نعمت رضوی کا شعری وادبی سفر ایک دہائی سے بھی کم عرصے پر محیط ہے مگر اتنی مختصر سی مدت کار میں انھوں نے جن پانچ ''شوریدہ دریاؤں'' کو عبور کرنے کا قابلِ قدر کارنامہ انجام دیا ہے' وہ حیرت انگیز بھی ہے اور قابلِ فخر بھی۔ حرف حرف روشنی' روشن حروف' روشن عبارت' تحائفِ نعمت شائع ہو کر اہلِ ادب سے خراج حاصل کر چکے ہیں۔ اور پھر زیرِ نظر غزلیہ مجموعہ ''لشکر سمیٹ لو'' نہ صرف مثال قائم کرتا ہے بلکہ عجوبۂ روزگار بنتا نظر آتا ہے۔ ان کی نعتیہ شاعری کا اکثر حصہ میرے مطالعہ میں آچکا ہے اور میں نے اس پر تنقیدی نگاہ بھی ڈالی ہے' جس کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یقیناً ان کے کلام کا حرف حرف روشن ہے۔ یہ روشن حروف لفظوں کے دائرے میں ہمہ وقت گردش کرتے رہتے ہیں اور شعر وادب کا قوس قزحی رنگ چمکتا دکھائی دیتا ہے۔ مجھے پوری امید ہے کہ اس تازہ مجموعہ ''لشکر سمیٹ لو'' کے ذریعہ اپنی ادبی وشعری فتوحات کا سلسلہ جاری رکھیں گے۔

غزل کا موجودہ لہجہ صرف گل وبلبل اور حسن وعشق تک محدود نہیں رہا۔ اس نے دنیا جہان کے تقریباً تمام ہی موضوعات کو سمیٹ کر ایک ایسا جامع مرقع تیار کیا ہے جو ہمہ رنگ بھی ہے' ہمہ جہت بھی۔ غزلیہ شاعری کا یہ جدید لب ولہجہ ہر عہد اور قرن کے جدید موضوعات سے ہم آہنگ ہو کر دانش وری کے مریخ پر پہنچ چکا ہے۔ عصری میلانات' زمانی آفاقیت' فکری وحدت' ملکی و بین الاقوامی حالات ومسائل' درس وموعظت' نکتہ آفرینی' اخلاقی اقدار' حسنِ عمل کی جمالیات' سب غزل میں عکس ریز ہو چکی ہیں بلکہ یوں کہا جائے کہ غزل کا دائرہ اتنا پھیل چکا ہے کہ اسے موضوعات کی حدود میں مقید نہیں کیا جاسکتا۔

پھول محمد نعمت رضوی کا غزلیہ آہنگ اور چونکا دینے والا تیور بالکل ہی منفرد اور مثالی

ہے۔گل وبلبل اور داستانِ عشق پر مبنی شاعری میں ان کا لہجہ ڈرا ہوا' سہما ہوا سا دکھائی دیتا ہے مگر دوسرے موضوعات سے ہم آغوش شاعری یقیناً بیدار مغزی اور کامیاب دانش وری تصور کی جائے گی میں یہ نہیں کہتا کہ ان کی شاعری سن بلوغ کو پہنچ چکی ہے۔لیکن یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ یہ محض بچکانہ دانشوری ہے۔ذہن کی پختگی' شعور کی بلندی اور فکر وخیال کی آفاقیت نہ صرف جوان ہے بلکہ ان میں جوانی اور ہوشیاری کی رنگ آمیزی صاف جھلکتی ہے۔یہ ادعائیت نہیں حقیقت ہے۔

زمانے کی موجودہ صداقتوں کو اتنی مہارت اور انتہائی آسانی کے ساتھ شعری قالب میں ڈھالا ہے کہ دل عش عش کر اٹھتا ہے اور کمال کی بات یہ ہے کہ ذہن فوراً قبول کرنے پر آمادہ نظر آتا ہے۔چند اشعار حاضرِ خدمت ہیں:۔

وقت کے گہرے سمندر کی اچھلتی موج میں۔ڈوبتی ہے اور ابھرتی جا رہی ہے زندگی
موت بیٹھی ہے بچھائے جال ہر اک موڑ پر۔لمحہ لمحہ یوں گزرتی جا رہی ہے زندگی
جسے دیکھو وہی چہرے پہ اک چہرہ لگائے ہے۔کسی بھی آدمی کی شکل پہچانی نہیں جاتی
دے رہا ہے بے وفائی سے وفاؤں کا جواب۔اپنی آنکھوں سے ذرا اس کی یہ دلداری بھی دیکھ

☆☆☆

عبدالغفار ثاقبؔ
(نیشنل ایوارڈی وگولڈ میڈلسٹ)
مدرسہ حمیدیہ۔قلعہ گھاٹ۔دربھنگہ، بہار

نعمت رضوی کی شاعری میں عصری معنویت

میدانِ عمل کی تلاش وجستجو انسان کی فطرت ثانیہ ہے۔اسلئے کہ حیوان ناطق وعاقل ہونے کی وجہ سے کم وبیش ہر انسان کا ذہنی وفکری رجحان ومیدان خواہشات کی وسعتِ لا متناہی کسی خاص گوشہ کی جانب ہوتا ہے جس میں اہل علم ودانش کیلئے دو صنف نظم ونثر کے ذریعہ اپنے خیالات کی ترسیل کرتے ہیں۔جس کی وجدانی رغبت جس صنف کی طرف زیادہ ہوتی ہے وہی صنف اس کا مرکز توجہ بن جاتی ہے۔یہ الگ بات ہے کہ ابتدا میں نشیب وفراز کو ہموار کرنے کیلئے کافی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔تب کہیں جا کر فائز المرامی حاصل ہوتی ہے۔بسا اوقات ناکامیاں اور تنقیدات اسے دل برداشتہ کر کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جانے پر مجبور کر دیتی ہیں۔مگر جس کا حوصلہ بلند ہو وہ ان ناکامیوں کی پروا نہیں کرتا اور نہ ہی احساس کمتری کا شکار ہوتا ہے بلکہ سعئ پیہم سے بام ثریا پر اپنی کامیابی کا پرچم لہرا دیتا ہے۔پھر تو تنقید نگار خود ہی اس کی تعریف وتوصیف پر مجبور ہوتا ہے۔

کچھ یہی حال عزیزی مولانا پھول محمد صاحب نعمتؔ کا رہا ہے۔ابتدا میں چھوٹے چھوٹے جملوں کے ساتھ مذہبی،ادبی،سیاسی، منچ سے اپنی پہچان بنانی شروع کی اور دیکھتے ہی دیکھتے نقیب ہندوستان کی حیثیت سے متعارف ہو گئے۔ظاہر سی بات ہے کہ نقیب کیلئے ضروری ہے کہ ثقل بیانی ودقیق کلامی میں تسہیل پیدا کر کے بکھرے لفظوں کے ذخیرہ کو جملوں کے دھاگے میں پرو کر پیش کرنے کا سلیقہ حاصل کرے اور اپنے اندازِ تکلم میں زور اور عوام وخواص سامعین کو مرعوب کرنے کے لئے برمحل اشعارِ مختلفہ کا سہارا بھی لے۔نتیجہ کے بطور آہستہ آہستہ خود بھی جملوں میں موزونیت پیدا کرنے کے گُر سے بھی واقفیت حاصل کر لے گا۔اسی مذکورہ پس منظر میں نعمت نے بھی اپنا ابتدائی سفر حمد ونعت اور تہنیت ومنقبت سے شروع کیا اور اپنی وجدانی کیفیت سے تخلیقی گل بوٹے کھلا کر گلدستۂ نعت'' حرف حرف روشنی'' روشن حروف'' اور روشن

عبارت اور تحائفِ نعمت کی شکل میں بیش قیمت ادبی تحائف پیش کیے۔

رات دن کرتا ہوں میں مشقِ سخن نعمتؔ ابھی
قد میں مجھ سے ایک دن یہ شاعری بڑھ جائیگی
ہے شوق شعر گوئی عہد طفلی سے مجھے نعمتؔ
سخن کے ملک میں نام اپنا چل جاتا تو اچھا تھا

تو دانشوروں نے دشتِ خارزار کے نووارد مسافر کو دادِ تحسین سے نوازا۔ ہمت جوان ہوئی، حوصلہ پروان چڑھا۔ اب تو ذوق تجسس نے ادھر ادھر جھانک تاک شروع کردی کہ یک بیک چشمِ غزال سے نظریں ٹکرا گئیں۔ منہ میں پانی آنے لگا۔ برداشت کا مادہ ہاتھ سے جاتا رہا۔ احساس کمتری سے اوپر اٹھکر پکار اٹھے:

فکر کے جال میں ہوں پھر بھی غزل کہتاں ہوں
غم کے پاتال میں ہوں پھر بھی غزل کہتا ہوں
میں تو ہوں زلف گرہ گیر کا قیدی نعمتؔ
حسن کے جال میں ہوں پھر بھی غزل کہتا ہوں

آخر غزل گوئی کے شوق نے اپنی نازک و مرمریں کلائی میں بھینچ ہی لیا۔ جس کا حسین روپ بنام ''لشکر سمیٹ لو'' آپ کی نظروں کے سامنے ہے۔ جب میں نے مسودہ کو دیکھا تو بڑی خوشی ہوئی اور فوراً زبان سے دعا نکلی کہ تبارک تعالیٰ نعمت کے جذبہ کاوش فکری میں چار چاند لگائے اور آگے بڑھنے کا حوصلہ بلند عطا فرمائے۔ یہ ان کی آخری منزل نہیں ہے۔ ابھی بہت کچھ کرنے اور بہت آگے جانے کی ضرورت ہے!

میاں نعمت نے اپنے اشعار کو محض رنگ تغزل سے ہم آہنگ کر کے دوشیزہ حسن و جمال کی عشوہ طرازی، بلبل و کوئل کی بذلہ سنجی، زہرہ جبیں شاہزادی کی مٹر گشتی وغیرہ ہی تک محدود نہیں رکھے ہیں بلکہ حالات حاضرہ کے درد و کرب پر بھی نظر رکھی ہے جس میں ان کے جذبۂ دروں کی عکاسی اور بدلتے حالات کا پس منظر بھی ہے۔ آپ بھی چند اشعار ملاحظہ کیجئے۔

یہ قطرہ اشک کا پلکوں سے ڈھل جاتا تو اچھا تھا۔ غبار درد یوں دل سے نکل جاتا تو اچھا تھا

ترقی دیکھ کر بھائی کی بھائی آج کہتا ہے
بلندی کے منارے سے پھسل جاتا تو اچھا تھا
یہاں لوگوں میں اب انسانیت پائی نہیں جاتی
اگر میں دور بستی سے نکل جاتا تو اچھا تھا
بڑا ہی سنگ دل ہے ظلم کرتا ہے غریبوں پر
اگر وہ موم کی صورت پگھل جاتا تو اچھا تھا
ہمیشہ ٹھوکریں کھاتا رہا ہے زندگی میں وہ
ابھی کچھ بھی نہیں بگڑا سنبھل جاتا تو اچھا تھا

جو بامقصد و بامعنیٰ ہے۔ بہت حد تک لایعنی باتوں سے پرہیز اور سہل بیانی سے اشعار کو مزیّن کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو ان کی کامیابی کی دلیل مانی جائیگی۔ آپ قارئین خوبصورت گلدستہ سے مشام جاں کو معطّر و مشکبار کریں اور فیصلہ کریں کہ نعمت نے اپنے فکری تخیلات میں کہاں تک کامیابی حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ بطفیل محبوبہ الاعلیٰ جل جلالہ ﷺ موصوف کی کاوش فکری کو مقبول عام و تام فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

☆☆☆

سعیدرحمانی
چیف ایڈیٹر ادبی محاذ۔ دیوان بازار کٹک۔753001 (اڑیسہ)

نعمتؔ رضوی اپنی غزلوں کے آئینے میں

مولانا پھول محمد نعمت رضوی خالص مذہبی شخصیت کے مالک ہیں مگر اس کے ساتھ ہی ادبی دنیا میں بھی اپنی ایک منفرد شناخت بنا چکے ہیں۔ درس وتدریس کے ماسوا دینی اجلاس میں بحیثیت ایک خطیب اور شعری محفلوں میں بحیثیت ایک نقیب بھی جانے پہچانے جاتے ہیں۔ ہندوستان بھر سے انھیں ان جلسوں اور محفلوں میں شرکت کی دعوت آتی رہتی ہے اور ان کا بیشتر وقت ان دوروں میں نکل جاتا ہے۔ یہ کہا جایے تو غلط نہ ہوگا کہ ان کی زندگی کے شب وروز بڑے ہنگامہ خیز ہوتے ہیں۔

ان حالات میں بھی شاعری کے لیے وقت نکال لینا بڑی بات ہے جس سے شعر وادب کے ساتھ ان کے تعلقِ خاطر کا اظہار ہوتا ہے۔ ذہنی مناسبت کے اعتبار سے تقدیسی شاعری ان کی اولین ترجیح ہے جس کا ثبوت ان کا اولین مجموعۂ کلام ''حرف حرف روشنی'' اور دوسرا مجموعۂ کلام ''روشن حروف'' تیسرا مجموعۂ کلام ''روشن عبارت'' اور چوتھا ہے تحائفِ نعمت جو حمد ونعت اور مناقب پر مشتمل ہے۔ ان چاروں مجموعوں کی خاطر خواہ پذیرائی بھی ہوچکی ہے۔ جہاں تک غزل کی بات ہے تو اس مسلمہ حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ غزل وہ بتِ ہزار شیوہ ہے جو زاہدِ خشک کو بھی اپنی زلفِ گرہ گیر کا اسیر بنالیتی ہے۔ مولانا نعمت رضوی صاحب بھی اس کے اسیروں میں سے ہیں۔ چنانچہ تقدیسی شاعری کے پہلو بہ پہلو غزل میں بھی طبع آزمائی جاری ہے۔ اور ایک قلیل مدت میں اتنی ساری غزلیں جمع کرلی ہیں کہ یہ پانچواں مجموعہ ''لشکر سمیٹ لو'' لے کر ہمارے سامنے آرہے ہیں۔

مولانا کو نظم ونثر دونوں پر یکساں قدرت حاصل ہے۔ چنانچہ مزید چند شعری مجموعوں کے علاوہ ادائے سخن اور فضائل ومسائل کے عنوان سے ادبی اور مذہبی نوعیت کے دو مجموعے بھی زیرِ ترتیب ہیں۔ بہر حال ''لشکر سمیٹ لو'' کا مسودہ اس وقت میرے سامنے ہے۔ اپنی گونا

گوں مصروفیات سے تھوڑا وقت نکال کر اس کے تعلق سے اپنی ناچیز رائے پیش کرنے کی جرأت کررہا ہوں۔ مطالعہ کے بعد جو پہلا تاثر ابھرتا ہے اس کی رو سے اس میں شامل غزلیں مولانا کی شعری بصیرت، فکری طہارت اور شائستگی جیسی خصوصیات سے متعارف کراتی ہیں ہیں۔ زبان وبیان اور لفظوں کا موزوں دروبست ایسے عناصر ہیں جن کی بدولت ان کی غزلیہ شاعری میں شعریت، روانی اور نغمگی پائی جاتی ہے۔ ان غزلوں میں جمالیاتی کیف وکم کے ساتھ سماجیات کی وسعت بھی ہے تو عصری معنویت بھی۔ اپنے تجربات واحساسات سے حرارت کشید کرکے آشوبِ زمانہ کی اس طرح ترجمانی کی ہے کہ ان میں زندگی کے سبھی گوشے روشن ہوگیے ہیں۔ مختصر یہ کہ ان کی شاعری موزونیت، لطافت اور حسنِ تغزل کا مرقع بن گئی ہے۔ ان کے جمالیاتی احساس کا ترجمان یہ شعر ملاحظہ ہو:

خانۂ دل کے مرے سب بام ودر روشن ہویے
چھت پہ جب وہ روکشِ ماہ تمام آہی گیا

اور جب وہ اپنی ذات کے محفوظ جزیرے سے باہر نکل کر اردگرد پر نظر ڈالتے ہیں تو تعصب کے زہر سے ملک کی فضا کو کثیف ہوتا دیکھ کر مضطرب ہوجاتے ہیں اور ان کی نوکِ خامہ سے یہ اشعار صفحۂ قرطاس پر ڈھلنے لگتے ہیں:

لہو بہتا ہے نعمتؔ اہلِ حق کا
نظر میں کربلا کا رن ہے صاحب
عداوت کی فضا میں سانس لینا ہوگیا مشکل
ابھی ان کی نگاہوں میں تعصب کے شرارے ہیں
اک فسادی جس نے کی شعلہ بیانی دیر تک
سارا منظر نفرتوں کی آگ میں جلنے لگا
بہت مہنگا ہواجاتا ہے پانی آج کل نعمتؔ
ہمارے خون کی لیکن یہ ارزانی نہیں جاتی

پتہ نہیں مذہبی جنون کا یہ سلسلہ کب رکے گا اور کب ہمارے اچھے دن آئیں گے۔ بہر

کیف اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس پرآشوب دور میں بھی ہم اپنے دین ایمان پر قائم رہ کر جیے جارہے ہیں۔ یہ پہلے ہی عرض کرچکا ہوں کہ مولانا میں عصری حسیت بھی ہے اور ساتھ ہی فکری طہارت بھی۔ وہ اصلاحی اور تعمیری جذبے سے بھی سرشار ہیں۔ چنانچہ معاشرے میں درآئی ناہمواریوں کے خلاف وہ اپنے قلم سے نشتر کا کام لیتے ہوئے اس طرح نشتر زنی کرتے ہیں:

جھوٹ کا چلتا ہے سکہ آج کل چاروں طرف
اور سچی بات کہہ کے وہ بہت بدنام ہے
جاہلوں کو دیکھ لو انعام تم لیتے ہوئے
اور اک اہلِ ہنر جو آخری خانے میں ہے
نظر آنے لگا ہے جانور یہ آدمی نعمت
کہ رسم آدمیت آج کل پائی نہیں جاتی

اس قبیل کے اور زندگی سے منسلک دیگر مسائل سے متعلق بھی بہت سارے اشعار اس مجموعے میں بکھرے پڑے ہیں مگر اپنی مصروفیات اجازت نہیں دیتیں کہ ان سب کا احاطہ کرسکوں۔ مجموعی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ مولانا نعمت رضوی اپنی غزلوں کے آئینے میں ایک صالح فکر، تعمیر پسند اور وقت کے نباض کی صورت نظر آتے ہیں۔ ان کی غزلیں وقت کے تقاضوں پر نہ صرف پوری اترتی ہیں بلکہ اپنی معنوی گہرائی و گیرائی اور اثر پذیری کی عمدہ مثالیں بھی پیش کرتی ہیں۔ میں انھیں اس خوبصورت مجموعے کی اشاعت پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں اس امید کے ساتھ کہ ان کے پہلے چاروں مجموعوں کی طرح اس کی بھی خاطر خواہ پذیرائی کی جایے گی۔ آخر میں انھیں کے ایک حمدیہ شعر پر اپنی بات ختم کرتا ہوں:

اے خدا کرتے ہیں تیری ذات پر ہم انحصار
زندگی ممکن نہیں تیری عنایت کے بغیر

☆ ☆ ☆

ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی
مالیگاؤں (مہاراشٹر)

نعمت رضوی کا غزلیہ آہنگ

مولانا پھول محمد نعمت رضوی (مظفر پور (بہار) کا نام شعر و سخن بالخصوص نقابت کے میدان میں رفتہ رفتہ اعتبار کا درجہ حاصل کرتا جارہا ہے۔ آپ ایک عالمِ دین، اچھے منتظم، امت مسلمہ کی تعلیم وتربیت اور اصلاحِ فکر و عقائد کے تئیں مخلصانہ رویوں کے حامل دردمند انسان ہیں۔ ایک عرصہ سے ان کا اشہبِ فکر و قلم نعت و منقبت، سلام و قصائد جیسی تقدیسی اصناف میں سرپٹ دوڑ رہا ہے اور اپنی فکری جولانی سے ان اصناف کو مالا مال کررہا ہے۔ بہت مختصر عرصے میں ان کے چار مجموعہ ہائے کلام: حرف حرف روشنی، روشن حروف، روشن عبارت اور تحائفِ نعمت منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوکر اہلِ نقد ونظر سے داد و تحسین حاصل کرچکے ہیں۔ اس طرح محبوب الاولیاء تاج دارِ سرکانہی حضرت صوفی شاہ تیغ علی علیہ الرحمہ کی شان میں لکھی گئی مناقب کا ایک عقیدت مندانہ مجموعہ ''ادائے سخن'' بھی آپ کی زنبیلِ حیات میں جگمگا رہا ہے۔ یوں تو نعمت رضوی صاحب کا خاص میدان تقدیسی شاعری ہے لیکن ان کی فکر رسا نے غزل گوئی میں بھی اپنے جلوے بکھیرنے کی کاوش کی ہے۔ جس کے نتیجے میں ''لشکر سمیٹ لو'' آپ کے ہاتھوں کی زینت بنا ہوا ہے۔

غزل کا دامن شعریت سے آراستہ ومزین ہونے کے ساتھ ساتھ تصوفانہ رنگ و آہنگ، فلسفیانہ محبت وخلوص، انسانیت دوستی، نکتہ سنجی، اخلاقی واقعات، زندگی کی حقیقتوں، سماجی وسیاسی مسائل، محبت وخلوص، انسانیت دوستی، عصری حسیت، وارداتِ قلبی، آپ بیتی اور جگ بیتی وغیرہ مختلف النوع موضوعات کے لیے بھی اپنے اندر سمیٹنے کی گنجائش رکھتا ہے۔ غزل میں ایمائیت بھی ہے اور عریانیت بھی، اسی میں عشقِ حقیقی کا نقش بھی ہے اور ہوس رانی کا تخیل بھی۔ غزل کے جامِ جہاں نما میں انفس و آفاق بھی دکھائی دیتے ہیں اور کتابِ کائنات کے بکھرے اوراق بھی۔ غزل کا کوئی شعر کبھی حمدِ باری تعالیٰ کا نمائندہ بن کر بارگاہِ ایزدی میں جبینِ نیاز خم کرنے پر مجبور کردیتا ہے تو کوئی شعر کبھی نعتِ مصطفےٰ ﷺ کی تجلی بن کر سبز گنبد کی ہریالی سے آنکھوں کو منور کردیتا ہے، کوئی شعر کبھی غزل کی وسیع

جہیل کو تلمیح کے کوزے میں بند کردیتا ہے کوئی شعر حب الوطنی کی طویل کڑیوں کو ایک شعر میں مقید کردیتا ہے اور کوئی شعر مرثیہ کی پر درد صدا کا اکیلا نقیب بن جاتا ہے۔ یہ خوبی صرف غزل کے اشعار میں ہے۔ وہ حسن کی رنگین وادیوں کی سیر بھی کرادے اور زندگی کے سنگلاخ اور بنجر ویرانوں میں بھی بھٹکا دے۔ دیوانے کی بڑ بھی غزل ہے اور مجنوں کا پاگل پن بھی غزل ہے۔ نعمت رضوی غزل کی باریکیوں اور اس کے حقائق سے باخبر عصری حسیت سے آشنا ایک دردمند دل رکھنے والے شاعر ہیں جن کی غزلوں میں موضوعات کی رنگارنگی اور فنی شیفتگی و پختگی کا جوہر دکھائی دیتا ہے۔ اس مجموعے سے چند نمائندہ اشعار ملاحظہ فرمائیں:

خدا کی ذات سے مجھ کو تو شکوہ ہو نہیں سکتا۔ اگر شکوہ کروں تو نیک بندہ ہو نہیں سکتا

گناہوں کی سیاہی کو مٹانے کے لیے اکثر۔ مجھے اپنے نبی کا سنگِ در آواز دیتا ہے

خدمتِ خلق میں برکتیں ہیں بہت۔ لیجئے کچھ دعائیں بھی انسان سے

عدل کی دنیا کے جو لوگ ہیں مجرم اکثر۔ فیصلے کرنے میں انصاف بھلا دیتے ہیں

اخلاص کی باتیں تو زبانوں پہ ہیں لیکن۔ بیٹھی جو دلوں پر ہے کدورت نہیں جاتی

اردو غزل کا دروازۂ سخن مختلف النوع موضوعات اور مضامین کی رنگارنگی کو سمیٹنے کے لیے شروع ہی سے وا رہا ہے۔ ایسے میں نہ جانے کیوں ہمارے ناقدین نے غزل کے لیے یہ بات مشتہر کردی کہ "غزل کے معنی عورتوں سے بات چیت کے ہیں"۔ جبکہ یہ معنی غزل کے بہت سارے لغوی معنوں میں سے ایک ہے۔ کچھ لوگوں نے تو غزل میں "تغزل" کو شرط بھی قرار دے دیا لیکن تاریخی حقائق کی روشنی میں جب ہم اردو غزل کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ غزل کے ابتدائی دور کے شعرا نے بھی تغزل کے علاوہ اخلاق و تصوف، انسانی نفسیات اور ذاتی تجربات وغیرہ کو بھی اپنی شعری کائنات کا گراں قدر حصہ بنایا ہے۔ نعمت رضوی کا غزلیہ آہنگ بھی تغزل کی رنگارنگی کے ساتھ ساتھ ان ہی عناصر کے جلو میں عصری مسائل کا منظرنامہ اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ نعمت رضوی کی فکری اٹھان جب شعری قالب میں ڈھل کر سامنے آتی ہے تو شائقین کو براہِ راست متاثر کرتی نظر آتی ہے۔

آپ آتے نہیں میرے گھر میں۔ آپ کا انتظار کرتا ہوں

دیر تو بس آپ کے تشریف لانے بھر کی تھی۔ آپ کی آمد نے صحرا کو گلستاں کردیا

اپنے بچوں سے وہ مایوس نہیں ہوسکتے۔ عہدِ طفلی میں جو تعظیم سکھا دیتے ہیں

کھلنے لگے ہیں بڑھتے ہوئے فاصلے بہت۔ اب پاس ترے لوٹ کے پھر آرہا ہوں میں

بنا لیتے ہو گرویدہ سبھوں کو اپنی باتوں سے۔ تمہاری خوشبیانی کی رہی تاثیر مدت تک

مٹاؤ گے نہ جب تک تیرگی نفرت کی دنیا سے۔ تمہارے دل کے آنگن میں اجالا ہو نہیں سکتا

نعمت رضوی کی غزلوں میں ہنرمندی، بلند خیالی، پختگی، شگفتگی، شیفتگی اور فنی چابکدستی کا نظارا جابجا نظر نواز ہوتا ہے۔ آپ کی غزلوں کے اشعار سماجی شعور کی روشنی سے منور اور حساسیت کی خوشبو سے معطر ہیں۔ تپشِ عشق کی حدت، سوزِ نم کی ٹھنڈک، اضطرابِ شوق کی لذت، وارفتگیٔ دل کی للک، دردِ فراق کی سوزش، مرہمِ وصال کی تابش اور شرابِ عشق کی رندی و بیباکی جیسے عناصر بھی نعمت رضوی کی غزلوں میں دکھائی دیتے ہیں۔ جن میں تازگی بھی ہے اور طرفگی بھی۔

آپ کی غزلیں پیرایۂ اظہار و بیان کے لحاظ سے بھی بڑی اہمیت کی حامل ہیں جن کی زیریں رو میں سادگی کے ساتھ بانکپن پنہاں ہے۔ سہل انگاری کے ساتھ سلاست و روانی کا حسن موجزن ہے۔ الفاظ کے مناسب رکھ رکھاؤ، روزمرہ محاورات کے استعمال، صنائعِ لفظی و معنوی کے رچاؤ اور دیگر شعری و فنی محاسن سے آراستہ پیراستہ "لشکر سمیٹ لو" جیسے خوشنما اور دلکش شعری مجموعے کی اشاعت پر ناچیز نعمت رضوی کو ہدیۂ تبریک و تحسین پیش کرتے ہوئے دعاگو ہے کہ آپ اسی طرح دنیائے شعر و سخن کی فضائے بسیط میں مسلسل محوِ پرواز رہیں۔ آمین

☆☆☆

حسن رضا اطہر
شعبۂ ادبیات۔حنفیہ غریب نواز سیونڈ یہہ 827010
بوکارو سیٹی جھارکھنڈ

نعت رضوی کی شاعری کا مختصر تشریحی جائزہ

ایک بوڑھا اور اسکا چھوٹا بیٹا اپنے گھوڑے کے ساتھ کہیں جا رہے تھے بوڑھا گھوڑے پر سوار تھا اور بیٹا پیدل چل رہا تھا۔ایک آدمی نے یہ منظر دیکھ کر کہا کتنا ظالم باپ ہے خود تو گھوڑے پر سوار ہے اور بچہ پیدل چل رہا ہے، یہ بات بوڑھے کو لگی،خود پیدل چلنے لگا اور بچے کو گھوڑے پر بٹھا دیا۔آگے بڑھا تو ایک راہگیر بولا کتنا نالائق بیٹا ہے خود تو گھوڑے پر سوار ہے اور بوڑھا باپ پیدل چل رہا ہے۔یہ بات بھی بوڑھے کو کچھ معقول معلوم ہوئی۔چنانچہ بچے کے ساتھ وہ بھی گھوڑے پر بیٹھ گیا۔آگے بڑھا تو ایک ستم ظریف نے جملہ پھینکا کتنے ظالم ہیں یہ لوگ ایک بے زبان جانور پر دو دو سوار ہیں۔بات کچھ غیر معقول نہ تھی چنانچہ دونوں گھوڑے سے اتر کر پیدل چلنے لگے۔ایک دیکھنے والے نے اپنی عقلمندی کا ثبوت فراہم کیا اور بولا بے وقوفی کی کوئی حد بھی ہوتی ہے' سواری موجود ہے اور دونوں پیدل چل رہے ہیں۔ خلاصۂ تمہید یہ کہ دنیا میں جو لوگ میدان عمل میں تعمیری کام کے لئے آگے بڑھتے ہیں،تو انکے مداح و وصّاف بھی ہوتے ہیں اور حاسد و رقیب بھی اور اگر یہ کہا جائے کہ اس کار خیر میں حاسد اور رقیب کچھ زیادہ ہی پیش پیش نظر آتے ہیں تو یہ زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے مگر پھول محمد نعمت رضوی اس اعتبار سے واقعی خوش نصیب ثابت ہوئے کہ انکے چاہنے والے مدّاح و وصّاف ہندوستان کے ہر چھوٹے بڑے شہر میں آپ کو آسانی سے دستیاب ہوتے ہوئے نظر آئیں گے۔شاید یہی وجہ ہے کہ انکے حاسد و رقیب انہیں تاسف کی نظر سے اور حلیف توصیف کی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے فرحت و انبساط محسوس کرتے ہیں اور انکے مدّاح و معترف انکی تائید کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔نعمت رضوی جلسۂ عید میلاد النبی ﷺ اور نعتیہ مشاعروں کی نظامت کے سلسلے میں پورے ملک میں سرگرم سفر رہا کرتے ہیں اور اس سلسلے میں انکی مصروفیت قابل دید بھی ہے اور قابل رشک بھی۔قابل دید اسلئے کہ جو لوگ انہیں ایک

بار دیکھتے ہیں بار بار دیکھنے کی خواہش کرتے ہیں اور قابل رشک اسلئے کہ دھان پان کا یہ شخص کس طرح اپنی صوت وصدا کی بدولت پورے مجمع کو اپنی دسترس میں رکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔نعمت رضوی میں ایک دو نہیں کئی خصوصیات بدرجۂ اتم موجود ہیں۔اکثر کہتا ہوں کہ جس طرح فلمی دنیا کی عارضی مقبولیت نے نمائندہ اور جید شعراء کو بربادی کے دہانے تک پہونچانے میں اہم رول ادا کیا ہے' ٹھیک اسی طرح سے دن رات سفر کرنے والے اور مشاعروں کی شب بیداری میں عمرِ عزیز صرف کرنے والے ہماری جماعت کے بیشتر لوگوں کی صلاحیتوں نے راہ فرار اختیار کیا ہے۔نعمت رضوی قابل داد بھی ہیں اور قابل مبارکباد بھی کہ انہوں نے ابھی تک اپنے فن پارۂ قرطاس وقلم کی حفاظت میں کسی مصلحت اندیشی سے کام نہیں لیا۔ہمیں آئندہ بھی ان سے یہی امیدیں وابستہ رکھنا چاہئے۔بات چل رہی تھی نعمت رضوی میں کئی خصوصیات موجود ہیں تو یہ حقیقت ہے کہ جہاں وہ ایک بہت اچھے،مدرس،ہیں ایک بہت اچھے مصنف بھی ہیں،مضمون نگار بھی ہیں کامیاب ناظم بھی ہیں اور ایک منفرد المثال شاعر بھی ہیں۔لیکن مذکورہ تمام تر خصوصیات میں نظامت وشاعری کا عنصر کچھ زیادہ ہی غالب ہے۔مگر آج میں انکی شاعری کا صرف مختصر تشریحی جائزہ لینے کے ارادے سے حاضر خدمت ہوا ہوں۔ پاکستان کے مقبول مزاح نگار مشفق خواجہ نے لکھا ہے کہ بعض لوگ ادب تخلیق کرتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ گھاس کاٹ رہے ہیں اور بعض لوگ اگر گھاس بھی کاٹتے ہیں تو وہ اردو ادب کے لہلہاتے ہوئے چمن کا خوبصورت حصہ بن جاتا ہے۔اللہ کا شکر ہے کہ نعمت رضوی کا شمار دوسری قسم کے لوگوں میں ہوتا ہے ورنہ پہلی قسم کے لوگوں کو ردی کی ٹوکری میں بھی مشکل سے جگہ مل پاتی ہے چہ جائے کہ علاقۂ ادب میں بیش قیمت وجود ثابت ہوسکیں۔نعمت رضوی کی سیمابی کیفیت نے ادھر چند سالوں میں جس آندھی طوفان کی طرح شاعری کرتے ہوئے اپنی انفرادیت وکمالیت کا شاندار ثبوت پیش کیا ہے اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ انکا مستقبل تابناک بھی ہے اور روشن بھی،دلکش بھی ہے اور دلنواز بھی،مرعوب بھی ہے اور مرغوب بھی۔یہی وجہ ہے کہ وہ آناً فاناً کئی شاہ کار،مجموعہ ہائے کلام کے مالک بن بیٹھے جبکہ انکے ہم عصر وہم چشم جہاں سے چلے تھے آج بھی اسی مقام پر ٹھہرے ہوئے نظر آرہے ہیں۔نعمت رضوی کی شاعری میں نمو بھی

ہے اور پھیلاؤ بھی' تہہ داری بھی ہے اور تنوع بھی ہے' شگفتہ بھی ہے اور شاداب بھی' دین بھی ہے اور دنیا بھی' خودداری بھی ہے اور فاداری بھی۔ غرض کہ ہر تازہ ہوا کے جھونکوں کا استقبال کرنے کی صلاحیت انکی شاعری میں بدرجۂ احسن موجود ہے نئے موضوعات' نئے امکانات اور نئے ابعاد سے مزّین ہر شعر کسی نہ کسی معیار پر کھرا اترتا ہوا نظر آتا ہے اور پروفیسر رشید حسن خاں کے بقول کوئی شعر غیر معیاری ہوتا بھی نہیں ہے اسکا کوئی نہ کوئی معیار ضرور ہوتا ہے۔

آپ اس طرح سے سمجھئے کہ جب لوگ پیڑوں کے سائے میں زندگی گزارتے تھے تب پوس کے چھپّروں کو معیاری سمجھا گیا۔ جب لوگ کھپریل پوس مکان میں رہنے لگے تو سمینٹ اور پکّی اینٹوں سے بنے مکان کو معیاری سمجھا جانے لگا۔ جب لوگ اونچی عمارتوں کے مکین ہو گئے تو بڑے شہروں کے فلیٹوں کو معیار عمارت شمار کیا جانے لگا اور جب لوگ فلیٹوں کی دنیا کو آباد کر چکے تو چاند پر بود و باش اختیار کرنے کو معیاری سمجھا جا رہا ہے۔ میری اس تمہید کے پیش نظر نعمت رضوی کے چند واحد متکلم شعروں سے آپ بھی بخوبی روشنی حاصل کر سکتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:۔

رات دن کرتا ہوں میں مشق سخن نعمؔت ابھی
قد میں مجھ سے ایک دن یہ شاعری بڑھ جائے گی

تم یہ قصے کہانیاں چھوڑ و۔ مجھ سے اب شاعری کی بات کرو
وہ ادب کے ساتھ مجھ سے گفتگو کرنے لگا۔ گویا اپنی شخصیت کو سرخرو کرنے لگا

نعمؔت زمانے والے تو دولت کے ہیں حریص۔ جو نا سمجھ ہیں ان کو ہی سمجھا رہا ہوں میں

پہلا شعر اگر چہ بہت بھاری بھرکم اور اثر انگیز نہ سہی مگر بہت پامال و کمزور پہلو کی نشاندہی کا اشارہ بھی نہیں ہے۔ شاعری فل ٹائم جاب اور مستقل عبادت سے عبارت ہے۔ تنکا تنکا جوڑ کر آشیانہ بنانے کا نام ہے۔ شاعری شاعر کے قد و قامت سے اسی وقت آگے نکلنے میں ناہموار راستوں کو ہموار کرنے میں کامیابی حاصل کرتی ہے جب شعر گوئی تمام تر جذبۂ صادق اور فکر و نظر کی شرافت کے ساتھ مکروہاتِ زمانہ کو بالائے طاق رکھتے ہوئے منزل رسائی کے لئے بے تاب و بے قرار نظر آئے اور یہ اعزاز و اکرام جسے حاصل ہو جائے عروج و ارتقاء کی بلندیاں

اس کی قدم بوسی کے لئے خود ہی پیش قدمی کرتی ہوئی نظر آتی ہیں اور مجھے امید ہی نہیں یقین ہے کہ نعمت رضوی بھی ایک نہ ایک دن اسی منزل پر فائز المرام ہونے والے ہیں جسکی خواہش و تمنا، مدت مدید سے انکے دل میں ہچکولے لے رہی ہے۔ شاعری کی بات کرنے والے ظاہر ہے من گھڑت قصےّ کہانیوں اور افسانوں سے زیادہ دلچسپی نہیں رکھتے۔ اگر نعمت رضوی نے اس کا علی الاعلان اظہار کر ہی دیا تو اس میں برا کیا ہے۔ فنون لطیفہ سے تعلق رکھنے والے ہر فنکار کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے جذبات و احساسات کی عکاسی میں آزادئ فکر کا مالک و مختار ہو۔ لہٰذا دوسرا شعر بھی مجھے پسند آ رہا ہے۔ نعمت رضوی کا تیسرا شعر حقائق و حقانیت سے لبریز اس دور کشاکش میں منارۂ نور کی سی حیثیت رکھتا ہے۔ عالم ہاؤ ہو، اور من و تو میں اختر تاباں کی روشن مثال ہے۔ ایک انسان کا ادب و احترام کے ساتھ محو کلام ہونا یا مخاطب سے شیریں کلامی کے ساتھ گفتگو کا شرف حاصل کرنا اپنی شخصیت کو سرخروئی سے بلندی کی طرف لے جانے کے مترادف یا بلندی سے بلند و بالا منزل کی طرف پہونچانے کی علامت ہے۔

اب رہا چوتھا شعر تو ایسے کتنے لوگ ہیں جنہیں دنیا کی دولت و ثروت راس نہیں آتی۔ جو امارت کو کلیجے سے نہیں لگاتے' جو حلال و حرام کی پرواہ کئے بغیر بینک بیلنس نہیں کرتے لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ ابھی اللہ کے نیک بندوں سے دنیا خالی نہیں ہے۔ اگر خلوص و للٰہیت کے ساتھ ان کے ذہن و فکر کی صفائی کر کے دین کی طرف مائل کیا جائے تو یہ بہت مشکل کام بھی نہیں ہے۔ نعمت رضوی یہ فریضۂ انسانیت اپنی شاعری کے توسل سے عام کرنے کی کوشش تمام میں لگے ہوئے ہیں۔ خدا کرے ان کی محنت بار آور ثابت ہو۔ آمین۔

☆☆☆

ڈاکٹر امجد رضا امجد (ماہر رضویات)
بانی القلم فاؤنڈیشن ۔ پٹنہ (بہار)

نعت رضوی ایک ہمہ جہت شخصیت

نعت رضوی مذہبی جلسوں کے نقیب اور ادبی مجالس کے پر گو شاعر کا نام ہے، جس نے کم مدت میں اپنی پہچان بنانے کی مثال قائم کی ہے۔ بہار کی سرزمین مذہب و ادب اور فقہ و تصوف کے لعل و گہر پیدا کرنے میں بڑی فیاض رہی ہے اور آج بھی ہے۔ یہاں کی شخصیات نے علاقائی سرحدوں کی حد بندیاں توڑ کر آفاقی نقوش قائم کرنے کی جو تاریخ رقم کی تھی بعد میں آنے والے افراد نے اسے قائم رکھنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی اور آج بھی اسکی نظیریں دنیا اپنی نگاہوں ہوں سے دیکھ رہی ہے۔

نعت رضوی اس شاعر و نقیب کا نام ہے جس نے دینی اور ادبی پس منظر میں پرورش پائی، ۱۹۹۹ء میں منظرِ اسلام، بریلی (یوپی) سے تعلیم مکمل کی اور اپنے ذوق طبعی کے سبب شعر و سخن کو مشغلہ حیات بنالیا اور پے در پے متعدد کتابیں منظر عام پہ لے آئے۔ حرف حرف روشنی، روشن حروف، روشن عبارت اور تحائفِ نعت شائع ہو کر پذیرائی حاصل کر چکے ہیں۔ یہ ان کے نعتیہ مجموعے ہیں جن میں ان کے عقیدہ کی جھلک، محبتِ رسول کی خوشبو، اسلاف کی روایت کی پاسداری اور مسلک اعلیٰ حضرت سے وابستگی کا احساس نمایاں ہے۔

زیر نظر مجموعہ "لشکر سمیٹ لو" ان کی غزلوں کا ایک ایسا حسین گلدستہ ہے جس کی مہکار سے مشامِ جان معطر ہو رہا ہے۔ ابتدا حمد و نعت سے ہوئی ہے اور پھر غزلیں ہی غزلیں ہیں۔ غزلوں کا یہ مجموعہ اربابِ ادب کو اپنی طرف ضرور متوجہ کرے گا۔ مذہبی اسٹیج پر نقیب کا غزلوں سے واسطہ یقیناً برائے نام ہی ہونا چاہئے۔

"جس کو ہو جان و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں"

نعت رضوی نے بھی اپنی شاعری کا غالب حصہ نعت سے مربوط کر رکھا ہے اور یہ اچھی علامت ہے۔

"لشکر سمیٹ لو" کی غزلیں روایت کی پاسداری کے ساتھ عصری حسیت بھی رکھتی ہیں جو اس بات کا ثبوت ہے کہ شاعر اپنی ذات میں گم نہ ہو کر اردگرد رونما ہونے والے حالات وسانحات پر نظر رکھتا ہے اور انھیں اپنی شاعری کا حصہ بنا کر اس طرح پیش کرتا ہے کہ اس میں تاثر پذیری کے ساتھ ساتھ گہرائی و گیرائی بھی محسوس کی جا سکتی ہے۔ زیر نظر مجموعۂ غزلیات میں شاعر کے قلم سے بہت سے اچھے اشعار ادب کی زینت بنے ہیں اور بہت سے اشعار توجہ خاص کے مستحق ہیں۔ ایک حساس شاعر کی نظر سے یہ گوشہ واجھل نہیں رہ سکتا۔ نعت رضوی مذہبی اور ادبی دنیا کا ایک معروف نام ہے۔ اب شعری میدان میں بھی ان کی پیش رفت جاری ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ وہ ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں۔ مجھے امید ہے کہ وہ جلد ہی ادبی حلقوں میں اپنا ایک مقام بنالیں گے۔ اس مجموعے کی اشاعت پر انہیں دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں اور ساتھ ہی یہ دعا بھی کہ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔

☆☆☆

حمدِ باری تعالیٰ

اندھیروں کے مسافر کو وہی نورِ سحر دے گا
وہی قطرے کے طالب کو حسیں لعل و گہر دے گا

زبان و دل کو پہلے کر لو پاکیزہ درودوں سے
یقیناً تیرا رب تیری دعاؤں میں اثر دے گا

ہے ہر ذرے میں اس کی کبریائی کا حسیں جلوہ
وہی بس دیکھ پائے گا جسے نورِ بصر دے گا

خدائی فیصلے پر صابر و شاکر رہو ہردم
وہی شاخِ تمنا میں حسیں برگ و ثمر دے گا

مجھے امید ہے لاتقنطوا من رحمتہ اللہ سے
مرا بھی دونوں عالم میں وہ بیڑا پار کر دے گا

بھروسا ہے مجھے نعمتؔ کہ جب پھیلاؤں گا دامن
مری جھولی مرادوں سے مرا معبود بھر دے گا

نعتِ مقدس

بتایا سارا غم اپنا اسی غم خوار کو میں نے
امیر اپنا کیا جس قافلہ سالار کو میں نے

کیا ہے باوضو خامہ کو پہلے باوضو ہو کر
رقم جب بھی کیا ہے نعتیہ اشعار کو میں نے

یہ وہ سرمایہ ہے جو روزِ محشر کام آئیگا
سجا کے دل میں رکھا ہے نبی کے پیار کو میں نے

بلائیں ٹل گئیں جو آنے والی تھیں مرے سر پر
پکارا صدقِ دل سے جب کبھی سرکار کو میں نے

نبی کا نام لیوا ہوں مجھے دنیا کا ڈر کیوں ہو
مسخّر کر کے رکھا ہے صلیب و دار کو میں نے

مری قسمت کا تارا اوج پر ہوگا اسی لمحہ
حقیقت میں اگر دیکھا حرا کے غار کو میں نے

مری آنکھیں بھی ہونگی بیش قیمت چشمِ عالم میں
ان آنکھوں سے کبھی دیکھا اگر سرکار کو میں نے

کبھی شکوہ کوئی کرتے نہ دیکھا دنیا والوں سے
رسول دو جہاں کے سچّے پیرو کار کو میں نے

رسولِ دو جہاں کے در پہ جب فاروق آئے تو
بدلتے دیکھا ہے اقرار میں انکار کو میں نے

یقیناً ہوگی میری بھی شفاعت حشر میں نعمتؔ
''وکیل اپنا کیا ہے احمد مختار کو میں نے''

نعت مقدس

نظر اُٹھا کر جدھر بھی دیکھوز میں گلابی زمن گلابی
جہاں میں تشریف لائے آقا تو بن گیا یہ چمن گلابی

مرے نبی کی تمام باتیں گلوں کی صورت مہک رہی ہیں
وہ بن کے آئے گلابِ رحمت ملا ہے انکو دہن گلابی

وہی تو دل میں چمک رہے ہیں وہی تو آنکھوں میں بس رہے ہیں
یہی سبب ہے کہ جھڑ رہے ہیں مرے دہن سے سخن گلابی

خیالِ طیبہ میں بیٹھ کر ہم لہو کے آنسو بہائیں کب تک
ہمارے آقا ہماری قسمت میں بھی تو چمکے کرن گلابی

جو ان کی صحبت میں آکے بیٹھا نگاہِ حق میں وہ پاک ٹھہرا
انہوں نے جس پے نگاہ ڈالی وہ ہو گیا دفعتاً گلابی

رہِ وفا میں متاعِ ہستی لٹانے والے کی شان دیکھو
''شہید الفت کا پوچھنا کیا لحد ہے روشن کفن گلابی''

ضرور دل میں بسی ہوئی ہے کسی کے مہر و وفا کی خوشبو
جبھی تو نعمتؔ نظر ہے آتا تمہارا رنگ سخن گلابی

نعت مقدس

مدّاح بن گیا جو شہہِ دیں پناہ کا
روشن ہوا ہے زاویہ اسکی نگاہ کا
ڈوبے ہوئے ہیں کیف میں عشاقِ مصطفیٰ
نکلا ہے چاند جب سے وِلادت کی ماہ کا
ملتی ہے اس کو شمعِ حقیقت کی روشنی
جو شخص ہے مرید کسی خانقاہ کا
فریاد رس ترے سوا کوئی نہیں مرا
کس کو سناؤں حال میں حالِ تباہ کا
دل سے پڑھی ہے نعت جو میں نے کبھی کہیں
نعرہ بلند ہونے لگا واہ واہ کا
یارب کرم یہ نعمتِؔ رضوی پہ ہو کبھی
اس کو سفر نصیب ہو طیبہ کی راہ کا

غزلیات

خدا کا نام لے کر کام کا آغاز کرتے ہیں
اسی سے کامیابی کا دریچہ باز کرتے ہیں

انھیں پھر لوٹ کر آنا ہے پستی کی طرف اک دن
بلندی پر ہمیشہ لوگ جو پرواز کرتے ہیں

ہمارے قتل کا سامان ہوتا ہے اداؤں میں
"بہت بے چین دل کو آپ کے انداز کرتے ہیں"

دلوں کو جیت لیتے ہیں سدا شیریں بیانی سے
وہ اپنی ہر ادا سے کچھ نہ کچھ اعجاز کرتے ہیں

دکھاتے ہیں خلوص اپنا ہمیشہ سامنے آ کر
مگر پھر دشمنی ہم سے عداوت ساز کرتے ہیں

ہمارے سامنے نعمتؔ ٹھہر سکتا نہیں باطل
ہم اپنی قوتِ ایماں پہ ہردم ناز کرتے ہیں

جس کی حیات حرفِ مشقت کا باب ہے
ہر فکر و اجتہاد میں وہ کامیاب ہے

بچے کو ہنستا دیکھ کر محسوس یہ ہوا
باغِ جہاں میں جیسے وہ کھلتا گلاب ہے

تحریر اس میں ہوتی ہے دل کی ہر ایک بات
چہرہ ہر ایک شخص کا جیسے کتاب ہے

میں نیکیوں کی راہ پر چلتا ہوں اس لیے
دل میں ہمیشہ اپنے خیالِ ثواب ہے

محرومیوں کا اپنی میں کس سے گلہ کروں؟
احباب کی کماں میں بھی تیرِ عتاب ہے

نعمتؔ ہمارے قلب کی آواز ہیں حسینؓ
ہم پر یزیدِ وقت کی چشمِ عتاب ہے

آپ کے آنے سے گھر کی روشنی بڑھ جائے گی
اور چہرے کی ہمارے تازگی بڑھ جائے گی

اپنے سجدوں میں اگر شامل رہے دِل کا خلوص
پھر جبیں سے رسم و راہِ بندگی بڑھ جائے گی

تیرہ راتوں میں ابھر آئے گا جب یادوں کا چاند
دل کے آنگن میں انوکھی چاندنی بڑھ جائے گی

مسکرا کر دیکھ لیں میری طرف بھی ایک بار
درد کم ہو گا مرے دِل کی خوشی بڑھ جائے گی

دیکھئے تشریف لا کر مجھکو لگتا ہے کہ اب
آپ کی آمد سے تھوڑی زندگی بڑھ جائے گی

رات دن کرتا ہوں میں مشقِ سخن نعمتؔ ابھی
قد میں مجھ سے ایک دن یہ شاعری بڑھ جائے گی

بھول نہ جانا کبھی کوئی بھی وعدہ کر کے
چھوڑ دینا نہ کبھی نیک ارادہ کر کے

جان کی بازی لگا دیتا ہے سچا عاشق
پیار سے دیکھے کوئی ایک اشارہ کر کے

عشق کہنے لگا جا کر یہ درِ جاناں پر
خود کو برباد کیا تجھ پہ بھروسا کر کے

جان تک اس پہ فدا ہر کوئی کر سکتا ہے
وہ اگر نکلے کبھی چہرے پہ غازہ کر کے

لوگ تو ایک ہی ٹھوکر میں سنبھل جاتے ہیں
خوب پچھتائے گا وہ بھول دوبار کر کے

لوگ دولت کے دیوانے تو ہوا کرتے ہیں
شاد رہتا ہوں میں غربت میں گزارہ کر کے

ساتھ میت کے گئے شہر خموشاں نعمتؔ
لوٹے اے موت ترِی یاد کو تازہ کر کے

کسی طبیب سے نسخہ لیا نہیں کرتے
"مریضِ دردِ محبت دوا نہیں کرتے"

جہاں پہ ہوتی ہے ناشاعروں کی قدر بہت
ہم ایسی بزم میں پل بھر رکا نہیں کرتے

ہے جن میں تھوڑی سی غیرت تو وقت پڑنے پر
کبھی کسی سے وہ کچھ بھی لیا نہیں کرتے

ادب بزرگوں کا ہم نے جو کرنا چھوڑ دیا
ہمارے حق میں بھی اب وہ دعا نہیں کرتے

خدا کی ذات پہ جن کو نہیں بھروسا کچھ
پڑے جو تھوڑی مصیبت سہا نہیں کرتے

ہر ایک درد کو سہتے ہیں صبر سے نعمتؔ
خدا سے اپنے کبھی ہم گلہ نہیں کرتے

لمحہ لمحہ رلاتی رہی رات بھر
یوں تری یاد آتی رہی رات بھر

میں تھا اور تیری یادوں کی اک انجمن
روشنی جگمگاتی رہی رات بھر

شعر میں تجھ کو چاہا پرو دوں مگر
فکر ہچکولے کھاتی رہی رات بھر

اشکِ خوں میں بہاتا رہا دیر تک
اور تو مسکراتی رہی رات بھر

حسنِ معصوم کی ایک ہلکی جھلک
خواب میں آتی جاتی رہی رات بھر

وہ ملاقات کر کے چلے تو گئے
یاد ان کی ستاتی رہی رات بھر

ان کو آنا تھا نعمتؔ وہ آئے نہیں
بات یہ دل دکھاتی رہی رات بھر

جس کا مہکے ہے بدن ہر گھڑی صندل کی طرح
اُس کی آنکھوں میں رہا کرتا ہوں کاجل کی طرح
فخر کیوں کرتے ہو تم اپنی بلندی پہ میاں
تم کو بھی گرنا ہے اک روز پکے پھل کی طرح
اس کی گلیوں میں ہے خونخوار درندوں کا ہجوم
میرا یہ شہر نظر آتا ہے جنگل کی طرح
طرز میں اپنے کوئی ہو نہ سکی تبدیلی
''ہم گنہگارِ حیات آج بھی ہیں کل کی طرح''
شہر کی ساری کثافت جو چلی آئی ہے
اب مرا گاؤں نظر آتا ہے جنگل کی طرح
ہو گیا آنکھوں سے اوجھل میرا ہمدم نعمتؔ
میں اسے ڈھونڈھ رہا ہوں کسی پاگل کی طرح

جہاں سے ہو کے تو مایوس بار بار آیا
اسی زمین کو میں کر کے لالہ زار آیا

یہ کیفیت بھی حقیقت میں بار ہا گزری
کہیں کا غصہ کہیں جا کے میں اتار آیا

عجیب کرب میں گزری شب الم میری
نہ موت آئی نہ وہ جانِ انتظار آیا

سکونِ دل کی طلب میں جہاں جہاں بھی گیا
وہاں سے لوٹ کے آیا تو بے قرار آیا

نفس نفس میں بسی باغ خلد کی خوشبو
رہِ وفا میں مدینے کا جب دیار آیا

ہزار بار کھلا غنچۂ دلِ نعمتؔ
''ہزار بار اگر موسم بہار آیا''

وہ قتل کرتا ہے اور سر اتار لیتا ہے
گلے پہ پھیر کے خنجر اتار لیتا ہے

ہر ایک لفظ ترا ایک ایسا کوزہ ہے
تو جس میں پورا سمندر اتار لیتا ہے

گناہِ قتل سے قاتل تو بچ نہ پائے گا
وہ اپنی آنکھوں میں منظر اتار لیتا ہے

غزل کے سانچے میں شاعر بڑے قرینے سے
کسی کے حسن کا پیکر اتار لیتا ہے

دمِ فراق یہ اکثر مشاہدہ ہے مرا
وہ اپنی آنکھوں میں ساگر اتار لیتا ہے

بچھا کے دام وہ نعمتؔ شکار کرنے کو
ہمیشہ چھت پہ کبوتر اتار لیتا ہے

دل جو ان سے لگا لیا ہم نے
اپنی منزل کو پا لیا ہم نے

ان کے آنے کی جب خبر پہنچی
اپنے گھر کو سجا لیا ہم نے

لمسِ قربت کا فیض پاتے ہی
خود کو شیشہ بنا لیا ہم نے

آپ سے کرکے خود کو وابستہ
بخت اپنا جگا لیا ہم نے

تم محبت کی بات کیا جانو
اس میں کیا کیا دیا لیا ہم نے

جن سے ہونے لگی تھی رسوائی
ان سے رشتہ چھڑا لیا ہم نے

ہم نے دھوکے انھیں سے کھائے ہیں
جن سے عہدِ وفا لیا ہم نے

تم سے مل کر ہمیں لگا نعمتؔ
جو بھی چاہا تھا پا لیا ہم نے

ہماری سادگی کا یہ سلیقہ کم نہیں ہوگا
کسی صورت مزاج اپنا کبھی برہم نہیں ہوگا

جو میں ان کی گلی میں دیکھ آیا ہوں کبھی جا کر
زمانے میں کہیں اتنا حسیں موسم نہیں ہوگا

تمہارے شہر میں ہم نے مسلسل زخم کھائے ہیں
ستالو جس قدر چاہو ہمیں کچھ غم نہیں ہوگا

جلا رکھا ہے ہم نے حوصلوں کا اک چراغ ایسا
بلا کی آندھیوں میں بھی کبھی مدھم نہیں ہوگا

طبیعت اس طرح مائل ہے نعمتؔ شعر گوئی پر
ہماری شاعری کا ذوق ہرگز کم نہیں ہوگا

کس قدر اچھا لگا ہے آپ کا آنا مجھے
غم زدہ کردے گا لیکن آپ کا جانا مجھے

بانٹتا ہوں پیار کی خوشبو زمانے بھر کو میں
کہہ رہے ہیں اس لیے سب لوگ دیوانہ مجھے

دوستوں سے میں وفاداری نبھاتا ہی رہا
اُس کے بدلے مل گیا زخموں کا نذرانہ مجھے

وقت کے آشوب میں جب سے ہوئے ہم مبتلا
آپ کا قصہ لگے ہے اپنا افسانہ مجھے

اپنی کم علمی کا میں کرتا رہا ہوں اعتراف
"جانے کیوں کہنے لگے ہیں لوگ مولانا مجھے"

اب تو جانے کی اجازت دیجیے مجھ کو جناب
آپ کی محفل میں ہے پھر لوٹ کر آنا مجھے

در سے لوٹایا مجھے کر کے ذلیل و خوار یوں
خوب مہنگا پڑ گیا ہے ان کے گھر جانا مجھے

میں تو نعمتؔ اصل میں نادان اک انسان ہوں
لوگ گرچہ کہہ رہے ہیں بندۂ دانا مجھے

زرد پتہ ہرا نہیں ہوتا
درد دل سے جدا نہیں ہوتا

ہار بھی جیت میں بدلتی ہے
آپ چاہیں تو کیا نہیں ہوتا

آپ کی یاد گر نہیں ہوتی
درد بڑھ کر دوا نہیں ہوتا

آج کل کے فریبی لوگوں میں
کوئی بھی بے ریا نہیں ہوتا

تو لگاتا اگر خدا سے دل
یوں صنم آشنا نہیں ہوتا

جینا دشوار تھا مرا نعمتؔ
رب کا گر آسرا نہیں ہوتا

زرد موسم سے گذرتی جارہی ہے زندگی
خشک پتوں سی بکھرتی جارہی ہے زندگی

وقت کے گہرے سمندر کی اُچھلتی موج میں
ڈوبتی ہے اور ابھرتی جا رہی ہے زندگی

موت بیٹھی ہے. بچھائے جال ہراک موڑ پر
بے نیازانہ گزرتی جا رہی ہے زندگی

وہ برے کاموں سے اب رہنے لگا ہے دور دور
دم بدم اس کی نکھرتی جا رہی ہے زندگی

آدمی راہِ ترقی پر ہے گرچہ گامزن
کیوں بلندی سے اترتی جارہی ہے زندگی

اُن کے در پہ حاضری دینا ہے اب نعمتؔ مجھے
یہ خبر سن کر سنورتی جارہی ہے زندگی

ان کی خاطر کرو تم دل و جان سے
صدقِ دل سے ملو اپنے مہمان سے

دل کا سودا ہراک شخص کرتا نہیں
بھول اکثر یہ ہوتی ہے نادان سے

شرک کا مرتکب ذہن جس کا ہوا
جان لو وہ گیا اپنے ایمان سے

میری یادوں کو دل میں بسایا کبھی؟
بولئے آپ ہی تھوڑا ایمان سے

خدمتِ خلق میں برکتیں ہیں بہت
لیجئے کچھ دعائیں بھی انسان سے

کیوں گزرتے ہیں اب اپنا منہ پھیر کر
آپ رہنے لگے اب تو انجان سے

اب تو نعمتؔ کا بھی ذکر ہونے لگا
بزم میں شعر پڑھنے کے فیضان سے

یہ قطرہ اشک کا پلکوں سے ڈھل جاتا تو اچھا تھا
غبارِ درد یوں دل سے نکل جاتا تو اچھا تھا

ترقی دیکھ کر بھائی کی بھائی آج کہتا ہے
بلندی کے منارے سے پھسل جاتا تو اچھا تھا

یہاں لوگوں میں اب انسانیت پائی نہیں جاتی
اگر میں دور بستی سے نکل جاتا تو اچھا تھا

بڑا ہی سنگ دل ہے، ظلم کرتا ہے غریبوں پر
اگر وہ موم کی صورت پگھل جاتا تو اچھا تھا

ہمیشہ نیک راہوں پر چلا کر اے مرے بھائی
بری فطرت سے تو اپنی نکل جاتا تو اچھا تھا

ہمیشہ ٹھوکریں کھاتا رہا ہے زندگی میں وہ
ابھی کچھ بھی نہیں بگڑا سنبھل جاتا تو اچھا تھا

ہے شوقِ شعر گوئی عہدِ طفلی سے مجھے نعمتؔ
سخن کے ملک میں نام اپنا چل جاتا تو اچھا تھا

آپ یہ سمجھ لیجے دل لگی نہیں کرتے
ہم خلوص میں اپنے کچھ کمی نہیں کرتے

راستہ جنھیں چلنا اب تلک نہیں آیا
ہم تو ایسے لوگوں کی رہبری نہیں کرتے

ان کی چشمِ میگوں سے پیاس ہم بجھاتے ہیں
میکدے میں جاکر ہم میکشی نہیں کرتے

ہم پہ جو گزرتی ہے وہ بیان کرتے ہیں
دردِ دل سناتے ہیں شاعری نہیں کرتے

یہ زبانِ اردو کے فیض کا نتیجہ ہے
میرے پھول سے بچے سرکشی نہیں کرتے

جو کڑی ریاضت سے خود کو دور رکھتے ہیں
زندگی میں وہ نعمتؔ روشنی نہیں کرتے

ہر ایک لمحہ ہے تیار دل دکھانے کو
کلیجہ چاہیے دنیا سے دل لگانے کو

کمندیں ڈالتے ہو چاند پر مگر سوچو
ترس رہے ہیں ابھی لوگ دانے دانے کو

بہا کے خون پسینہ اِسے بنایا تھا
بچا نہ پایا میں بجلی سے آشیانے کو

وہ چھین لیتا ہے دل سے سکون کی دولت
بڑی ہی دشمنی مجھ سے ہے اِس زمانے کو

بچھائے بیٹھا ہوں پلکوں کو ایک مدت سے
شرف وہ بخشیں گے میرے غریب خانے کو

ملی ہے ورثے میں تہذیب اپنے پرکھوں کی
بچا کے رکھا ہے میں نے بھی اِس خزانے کو

جنھیں میں دوست سمجھتا ہوں اپنا اے نعمتؔ
وہ مضطرب ہیں مرا ظرف آزمانے کو

ہمارے ذہن سے ماضی کی تابانی نہیں جاتی
کھنڈر میں رہ کے ہم سے خوئے سلطانی نہیں جاتی

سناؤں کیا تمھیں اس کے جمال و حسن کا قصہ
"کبھی اس کے رخِ روشن سے تابانی نہیں جاتی"

جو ہیں نادان فطرت سے انھیں کیا عقل آیے گی
کریں جتنی بھی کوشش ان کی نادانی نہیں جاتی

جسے دیکھو وہی چہرے پہ اک چہرہ لگایے ہے
کسی بھی آدمی کی شکل پہچانی نہیں جاتی

اگرچہ شہر کے پُرشُور ہنگاموں میں رہتا ہوں
مگر پھر بھی مرے دل سے یہ ویرانی نہیں جاتی

مرے دل کو عطا کر صبر کی دولت مرے مولیٰ
میں کوشش لاکھ کرتا ہوں پریشانی نہیں جاتی

بہت مہنگا ہوا جاتا ہے پانی آج کل نعمتؔ
ہمارے خون کی لیکن یہ ارزانی نہیں جاتی

کریں گے نظر وہ اُدھر دھیرے دھیرے
خوشی پاؤں گا میں اِدھر دھیرے دھیرے

خدا کا کرم یوں ہی ہوتا رہا گر
تو بن جایے گا میرا گھر دھیرے دھیرے

میں کس حال میں اور کیسے ہوں زندہ
ضرور اُن کو ہوگی خبر دھیرے دھیرے

اگر اُن کی رحمت کی برسات ہوگی
تو شاداب ہوگا شجر دھیرے دھیرے

بہت تیز رفتار دنیا ہے اب تو
میں چل تو رہا ہوں مگر دھیرے دھیرے

نماز اور روزہ سے دل جو لگا لے
سنور جایے گا پھر بشر دھیرے دھیرے

یہ الفت نہیں کھیل بچوں کا نعمتؔ
محبت کا ہوگا اثر دھیرے دھیرے

اُٹھائے ہاتھ جب بندہ کبھی باچشمِ تر ہوکر
دعائیں رائگاں جاتی نہیں ہیں بے اثر ہوکر

پہنچنا منزلِ مقصود پر مشکل نہیں کوئی
اگر ہوں حوصلے روشن چراغِ رہ گزر ہوکر

خدا کا نام لے کر چل پڑو جب موجِ طوفاں میں
تو لگ جاتا ہے ساحل سے سفینہ بے خطر ہوکر

مرے شعروں میں آتا ہے کبھی جب تذکرہ ان کا
چمکتے ہیں مرے الفاظ بھی لعل و گہر ہوکر

خدا کرتا ہے خود مدحت سرائی میرے آقاؐ کی
کروں توصیف کیا اُن کی میں اک ادنیٰ بشر ہوکر

جلاتا ہوں جو فکرِ شاعری میں اپنا خوں نعمتؔ
نکلتا تب کہیں اک شعر ہے میرا گہر ہوکر

جب شرارت پہ اتارو نظر آتی ہے ہوا
زلفِ محبوب کو شوخی سے اڑاتی ہے ہوا

یہ ادا اس کی مجھے لگتی ہے بے حد پیاری
ان کے آنے کا جو پیغام سناتی ہے ہوا

کبھی رفتار میں دھیمی کبھی طوفان بدوش
روز انداز نیا ہم کو دکھاتی ہے ہوا

کبھی آتی ہے جو ماضی کے جھروکوں سے ادھر
قصہ اپنوں کا بیاں کرکے رلاتی ہے ہوا

کبھی بھر دیتی ہے سورج کی تمازت گھر میں
کبھی راحت کا بھی احساس دلاتی ہے ہوا

تھپکیاں دے کے سلا دیتی ہے نعمتؔ مجھ کو
میری پلکوں پہ حسیں خواب سجاتی ہے ہوا

نیکیوں کا صلہ ہم نے دیکھا ہے آج
اس کو کرتے گلہ ہم نے دیکھا ہے آج

حق پرستی کا دعویٰ جو کرتا رہا
اس کا بھی حوصلہ ہم نے دیکھا ہے آج

یہ کرشمہ موبائل کا ہے دوستو
گھٹتا ہر فاصلہ ہم نے دیکھا ہے آج

گدی بخشی گئی قاتلوں کو یہاں
آپ کا فیصلہ ہم نے دیکھا ہے آج

قتل و غارتگری اور آتش زنی
ایسا بھی زلزلہ ہم نے دیکھا ہے آج

گھپ اندھیروں میں لیتے ہی نامِ نبی
نور کا قافلہ ہم نے دیکھا ہے آج

ان کے دل میں اتر کے اے نعمتؔ ابھی
پیار کا سلسلہ ہم نے دیکھا ہے آج

گلشنِ نادار میں ہنستی یہ گلکاری بھی دیکھ
اس کے گھر میں آ کبھی بچوں کی کلکاری بھی دیکھ

دشمنوں سے مل کے کرتے ہیں ہمیشہ ساز باز
دوستوں کے دل میں پوشیدہ یہ مکاری بھی دیکھ

ظلم سہتے جارہے ہیں خامشی کے ساتھ ساتھ
یہ ہے اپنی سادگی اوروں کی عیاری بھی دیکھ

دے رہا ہے بے وفائی سے وفاؤں کا جواب
اپنی آنکھوں سے ذرا اس کی یہ دلداری بھی دیکھ

کرتے ہیں گھپلے پہ گھپلہ دھن کمانے کے لیے
آج کل کے رہبروں کی جا کے زرداری بھی دیکھ

جوڑ کر اپنا تخلص دوسروں کے شعر میں
پڑھتے ہیں وہ بزم میں نعمتؔ یہ فنکاری بھی دیکھ

دُکھوں کی آگ میں مجھ کو جلا رہا ہے کوئی
مرا نصیب بھی مجھ کو دکھا رہا ہے کوئی

جو میرے اپنے تھے وہ ہوگیے پرایے سب
خدا کا شکر کہ اپنا بنا رہا ہے کوئی

اندھیری رات کا لشکر شکست کھایے گا
نویدِ صبح کا پیغام لا رہا ہے کوئی

سجا کے رکھ دیا کمرے کو جب خیال آیا
ہمارے گھر ابھی مہمان آرہا ہے کوئی

میں رفتہ رفتہ بلندی کی سمت جاتا ہوں
قدم قدم مجھے آگے بڑھا رہا ہے کوئی

میں اُس کا شکریہ کیسے ادا کروں نعمتؔ
میں گر رہا ہوں تو مجھ کو اٹھا رہا ہے کوئی

خدا کی ذات سے مجھ کو تو شکوہ ہو نہیں سکتا
اگر شکوہ کروں تو نیک بندہ ہو نہیں سکتا

مٹاؤ گے نہ جب تک تیرگی نفرت کی دنیا سے
تمہارے دل کے آنگن میں اجالا ہو نہیں سکتا

ادب سے پیش جو آتا نہیں اپنے بزرگوں سے
مری نظروں میں اس کا اونچا رتبہ ہو نہیں سکتا

مرے غربت کدے کو آپ نے آ کر کیا روشن
نہ آتے آپ تو اس میں اجالا ہو نہیں سکتا

زمانے میں نیا اک انقلاب ہم لا بھی سکتے ہیں
اگر ہم ایک ہو جائیں تو کیا کیا ہو نہیں سکتا

تمھاری بات تو اکثر مجھے اب جھوٹ لگتی ہے
مجھے معلوم ہے جھوٹا تو سچا ہو نہیں سکتا

میں سچی بات کہتا ہوں علی الاعلان اے نعمتؔ
امیرِ شہر کا مجھ سے قصیدہ ہو نہیں سکتا

دوستوں سے میں پیار کرتا ہوں
جان ان پر نثار کرتا ہوں

آپ آتے نہیں مرے گھر میں
آپ کا انتظار کرتا ہوں

تیز کر کے میں نوکِ خامہ کو
ہر برائی پہ وار کرتا ہوں

خاکساری ہے میری فطرت میں
خود کو ادنیٰ شمار کرتا ہوں

آنے والے ہیں اور بھی طوفاں
میں تمھیں ہوشیار کرتا ہوں

غمزدہ دیکھ کر تمھیں نعمتؔ
خود کو میں سوگوار کرتا ہوں

وہی کرتے ہیں کوشش دل میں دیواریں اٹھانے کی
ہمیشہ بات جو کرتے ہیں ملنے اور ملانے کی

فراغت کا کوئی لمحہ نہیں دیتا ہے یہ موسم
بہت مصروف ہوں، فرصت نہیں ہے مسکرانے کی

جواب اپنی محبت کا محبت سے نہیں ملتا
کہ الٹی ہوگئی ہے چال موجودہ زمانے کی

نہ جانے کس خطا پر آج تک روٹھے ہیں وہ مجھ سے
میں کوشش تو بہت کرتا رہا ان کو منانے کی

رہا ہر دور میں اسلام زندہ شان و شوکت سے
ہوئی ناکام ہر سازش اسے جڑ سے مٹانے کی

بلا لیں گے کسی دن اپنے نعمتؔ کو مرے آقاؐ
مجھے بھی دید ہوجایے گی ان کے آستانے کی

منزل سے پرے راہ گزر دیکھ رہا ہوں
مشکل نظر آتا ہے سفر دیکھ رہا ہوں

بے شرم کیا مغربی تہذیب نے ایسا
بچوں پہ بھی اب اس کا اثر دیکھ رہا ہوں

اللہ بچائے مجھے انجام سے اس کے
اخبار میں منحوس خبر دیکھ رہا ہوں

سب دیکھتے ہیں اس کی طرف غور سے لیکن
''میں دیکھنے والوں کی نظر دیکھ رہا ہوں''

وہ ڈھونڈتا ہے عیب مرے دستِ ہنر میں
میں عیب میں بھی اس کا ہنر دیکھ رہا ہوں

اس دور کا انسان ہے بھٹکا ہوا نعمتؔ
حیوان کی صورت میں بشر دیکھ رہا ہوں

کانٹے غموں کے ہرسو بچھاتی چلی گئی
یہ زندگی بھی ہم کو رلاتی چلی گئی

برسوں تلک وہ ذہن سے خارج رہا مگر
''آئی جو اس کی یاد تو آتی چلی گئی''

میری غزل نے کردیا لوگوں کو دم بخود
محفل میں اپنا رنگ جماتی چلی گئی

آندھی کچھ ایسی آئی کہ پتوں کے ساتھ ساتھ
وہ دھول چاروں سمت اڑاتی چلی گئی

کشتی مری حیات کی ہر لمحہ دوستو
ہچکولے غم کے دریا میں کھاتی چلی گئی

موسم کی چیرہ دستی کا نعمتؔ ہو کیا بیاں
وہ میرے دل کو اور دکھاتی چلی گئی

سبھوں کو اپنے دل کی بات بتلائی نہیں جاتی
بتا دے گر کوئی تو اس کی رسوائی نہیں جاتی

کسی صورت مرے بھارت سے مہنگائی نہیں جاتی
یہ گتھی ایسی الجھی ہے کہ سلجھائی نہیں جاتی

اگرچہ شاعری سے پیٹ تو بھرتا نہیں اپنا
مگر ہم سے ہماری خامہ فرسائی نہیں جاتی

نہ ہوتا قتل کوئی اور نہ یوُں جلتے مکاں سارے
دلوں میں آگ نفرت کی جو بھڑکائی نہیں جاتی

نظر آنے لگا ہے جانور یہ آدمی نعمتؔ
کہ رسمِ آدمیت آج کل پائی نہیں جاتی

اپنے لیڈر کا جو کردار سمجھ لیتے ہیں
ان کے اثبات کو انکار سمجھ لیتے ہیں

اس سے ہم رکھتے نہیں کوئی تعلق ہرگز
جس کے کرتوت کو اک بار سمجھ لیتے ہیں

ہم بہاتے ہیں وہاں اشکِ ندامت فوراً
جس گھڑی خود کو گنہگار سمجھ لیتے ہیں

ان کی حق تلفی کا امکان نہیں رہتا ہے
اپنے اپنے جو ادھیکار سمجھ لیتے ہیں

ذہنیت رکھتے ہیں تاجر کی طرح جو بھی یہاں
وہ محبت کو بھی بیوپار سمجھ لیتے ہیں

ٹوٹ جاتا ہے بھرم ان کا یہی دیکھا ہے
خامشی کو بھی جو ہتھیار سمجھ لیتے ہیں

خدمتِ خلق بڑی چیز ہے لیکن نعمتؔ
جو ہیں نادان وہ بیکار سمجھ لیتے ہیں

میری محبتوں کی نشانی جو پاس ہے
رکھنا اسے سنبھال کر یہ التماس ہے

کل تک تو رونقیں تھیں بہت اس دیار میں
"یہ کیا ہوا کہ شہر کا منظر اداس ہے"

حاصل ضرور ہوں گی اسے سربلندیاں
علم و ہنر کی جس کسی انساں کو پیاس ہے

اس کو کبھی نہ چشمِ حقارت سے دیکھنا
اس کے بدن پہ گرچہ دریدہ لباس ہے

اس واسطے بلاؤں سے محفوظ میں رہا
پرکھوں نے دی تھی وہ جو دعا میرے پاس ہے

پھر بھی چلا رہا ہے وہ نشتر ہر ایک پر
گرچہ زباں میں اس کی بہت ہی مٹھاس ہے

نعمتؔ وہ جب بُلائیں تو آؤں گا سر کے بَل
دیدار ان کا کرنے کی مدت سے آس ہے

غم حیات کی تفسیر کر کے کیا کرتے
ادا فریضۂ تقریر کر کے کیا کرتے

سکون کچے مکاں میں ہمیں میسر تھا
"نئے مکان کی تعمیر کر کے کیا کرتے"

کوئی بھی آج نہیں آنسو پونچھنے والا
غموں کی ایسے میں تشہیر کر کے کیا کرتے

جو تُو نہیں ہے تو کچھ لطف زندگی میں نہیں
ترے خیال کو تصویر کر کے کیا کرتے

ہمارے واسطے رسوائیاں مقدر ہیں
کسی کی شان میں تقصیر کر کے کیا کرتے

جو دے سکے نہ ہمیں تھوڑی دیر کی خوشیاں
ہم ایسے خواب کی تعبیر کر کے کیا کرتے

کتابِ دل کو تو پڑھتا نہیں کوئی نعمتؔ
رموز درد کو تحریر کر کے کیا کرتے

وہ ہیں نادان جو باتوں میں پھسل جاتے ہیں
جھوٹے وعدوں پہ یقیں کر کے بہل جاتے ہیں

ایسے لوگوں پہ بھروسا نہیں کرتا کوئی
جو بھی گرگٹ کی طرح رنگ بدل جاتے ہیں

موم کا جسم لیے چلتے ہیں جو لوگ یہاں
دھوپ کے دشت میں آتے ہی پگھل جاتے ہیں

اپنے بچوں کو خوشی دے نہیں پاتا مفلس
جب کھلونوں کے لیے ضد میں مچل جاتے ہیں

بوجھ احسانوں کا ہم لوگ اٹھاتے ہی نہیں
گرتے رہتے ہیں مگر خود ہی سنبھل جاتے ہیں

ساتھ دیتی ہے انھیں لوگوں کا دنیا نعمتؔ
وقت کے سانچے میں جو آپ ہی ڈھل جاتے ہیں

شخصیت جب کوئی سرکار میں آجاتی ہے
مال و دولت کے وہ بازار میں آجاتی ہے

بالیقیں اُس کے مقدر میں ہزیمت ہے لکھی
بزدلی جب کسی سردار میں آجاتی ہے

وہ بنا دیتی ہے انسان کو مغرور بہت
کار جب خانۂ بیکار میں آجاتی ہے

اپنی دنیا میں کسی شے کو نہیں کوئی ثبات
"وقت کے ساتھ کمی پیار میں آجاتی ہے"

بری صحبت میں نہیں بیٹھنا بھولے سے کبھی
اس کی تاثیر بھی کردار میں آجاتی ہے

وقتِ رخصت جو دعا دیتی ہے ماں اپنی مجھے
ڈھال کی مثل وہ اسفار میں آجاتی ہے

اپنی تہذیب سے رکھتا ہے جو نسبت نعمتؔ
زندگی زینۂ معیار میں آجاتی ہے

الفت کے چاند پر جو لگا ہے گہن ابھی
بربادی کی ہے راہ پہ میرا وطن ابھی

ان حادثوں کا غم نہ مسلماں کرے کوئی
اب اور اونچا جائے گا دینِ حسن ابھی

شبنم سے کر چکے ہیں وضو گل تمام رات
کیا غم کہ پڑنے والی ہے پہلی کرن ابھی

نکہت بدوش آج ہر اک پھول ہے یہاں
آنے کو ہے محافظِ رشکِ چمن ابھی

بعد نکاح جانب سرحد وہ چل دیا
ہے منتظر شہید کی لیکن دولھن ابھی

دفنائے جس کو ایک زمانہ گزر گیا
مَیلا زمیں نہ کر سکی اس کا کفن ابھی

دنیا کے لوگ موت سے بیگانے کیوں ہیں آج
جبکہ سُلا کے آئے ہیں اِک گلبدن ابھی

ہیروں سے ہے بھرا ہوا دامن پہاڑ کا
''پیدا ہزار ہوں گے یہاں کوہِ کن ابھی''

نعمتؔ جو چاہتے ہو وہ حاصل ابھی کرو
ہے منتظر تمہاری ہر اک انجمن ابھی

دور جو رہ کے جدائی کی سزا دیتے ہیں
دل سے ہم ان کا تصوّر ہی مٹا دیتے ہیں

عدل کی دنیا کے جو لوگ ہیں مجرم اکثر
فیصلے کرتے ہیں انصاف بھلا دیتے ہیں

ان سے اُمید نہ رکھنا کہ جو بے دردی سے
باپ کی ساری کمائی کو لٹا دیتے ہیں

شوق پڑھنے کا نہیں ذوق کتابوں کا نہیں
لا کے الماری میں بس یونہی سجا دیتے ہیں

اس کو اللہ بھی پل بھر میں شفا دیتا ہے
آب زم زم جسے دو گھونٹ پلا دیتے ہیں

اپنے بچوں سے وہ مایوس نہیں ہو سکتے
عہد طفلی میں جو تہذیب سکھا دیتے ہیں

ڈال کر روغنِ تدبیر و تعلم نعمتؔ
”روز ہم علم کی اِک شمع جلا دیتے ہیں“

اٹھ گئی دیوار دل میں کچھ گماں آنے کے بعد
صاف دل ہو جائے گا اشکوں کو ٹپکانے کے بعد

کر لو جو بھی کرنا چاہو آخرت کے واسطے
کچھ بھی کر سکتے نہیں تم دم نکل جانے کے بعد

آپ کے دیدار کی حسرت لیے جاتا ہوں میں
آپ آیے ہیں جنازہ میرا اٹھ جانے کے بعد

اس سے پہلے عید کے دن بھی خوشی ملتی نہیں
عید ہوتی ہے مری بس آپ کے آنے کے بعد

اچھے خاصے تھے مگر مجنوں نظر آنے لگے
دیکھ لو انجام اپنا عشق فرمانے کے بعد

قدر کچھ میں نے نہ کی ان کی یہاں جب تک رہے
یاد آتے ہیں بہت وہ روٹھ کر جانے کے بعد

کہہ چکا نعمتؔ میں اپنے دل کی بربادی کا حال
اور کیا افسانہ ہوگا میرے افسانے کے بعد

خیرات ادا کرنے سے دولت نہیں جاتی
وہ کیا کرے کہ اس کی بخالت نہیں جاتی

میں علم کے سورج کو اگاتا رہا لیکن
کیوں میرے قبیلے سے جہالت نہیں جاتی

اسلاف کا یہ قول صداقت پہ ہے مبنی
احمق سے کبھی اس کی حماقت نہیں جاتی

سنجیدہ اگر ہوں تو وہ بوڑھے نظر آئیں
بچوں سے کبھی ان کی شرارت نہیں جاتی

اخلاص کی باتیں تو زبانوں پہ ہیں لیکن
بیٹھی جو دلوں میں ہے کدورت نہیں جاتی

پرکھوں کی حویلی تو کھنڈر ہوچکی نعمتؔ
ذہنوں سے مگر شان امارت نہیں جاتی

مجھ سے کیا پوچھتے ہو تم مرے خرمن کا پتہ
نہ مرے گھر کا پتہ ہے نہ ہی آنگن کا پتہ

کیا ضروری ہے کہ میں پوری غزل پڑھ جاؤں
ایک ہی شعر بتا دے گا مرے فن کا پتہ

تم چلے جاؤ جہاں اور جدھر بھی یارو!
”پھولوں کی خوشبو بتا دیتی ہے گلشن کا پتہ“

اس کے سائے میں مجھے خوب ملے گی راحت
کاش مل جایے مجھے آقا کے دامن کا پتہ

پسِ دیوار رچا کرتے ہیں سازش ہر دم
مجھ سے کیا پوچھتے ہو تم مرے دشمن کا پتہ

آج کے دور میں ہر شخص ہے مضطر اتنا
سب کا چہرہ ہی بتا دیتا ہے الجھن کا پتہ

اس کا احسان سدا یاد رکھوں گا میں بھی
جو بتا دے مجھے آ کر مرے مسکن کا پتہ

سبھی دولت کے پجاری نظر آتے ہیں یہاں
کوئی پوچھے گا بھلا کیوں کسی نردھن کا پتہ

جان جایے گا وہ نعمتؔ کہ حقیقت کیا ہے
تم اسے جا کے بتا دو کسی درپن کا پتہ

وہ ادب کے ساتھ مجھ سے گفتگو کرنے لگا
گویا اپنی شخصیت کو سرخرو کرنے لگا

کر دیا سولی پہ چڑھ کے جس نے بھی اعلانِ حق
اس کا چرچا ہر کوئی پھر چار سو کرنے لگا

یہ خوشی ہے میرے بچے نے نصیحت مان لی
میری باتوں پر عمل وہ ہو بہو کرنے لگا

پاس تُو رکھتا نہیں ہے اپنے وعدوں کا کبھی
"میں ہی پاگل تھا جو تیری آرزو کرنے لگا"

مجھ سے وہ جب بھی ملا پوری وفاداری کے ساتھ
دیکھو ذکر یار میں بھی کو بہ کو کرنے لگا

ہوگیا احساس اس کو گمرہی کا جس گھڑی
اپنی منزل کی وہ پھر سے جستجو کرنے لگا

ہر دعا نعمتؔ مری ہو جایے گی پھر مستجاب
جاگ کر راتوں کو اشکوں سے وضو کرنے لگا

گھپ اندھیروں میں مری راہ گزر ہے روشن
"مشعلِ عزم و عمل دل میں اگر ہے روشن"

اس کی یادوں کے اجالوں کا ہے فیضان بہت
ظلمتِ شب میں مرے دل کا نگر ہے روشن

منہ چھپانے لگے بادل میں ستارے اپنا
ننھے جگنو سے مری راہِ سفر ہے روشن

آپ نے آکے بڑا مجھ پہ کرم فرمایا
آپ کے لمسِ قدم سے مرا گھر ہے روشن

میرے وجدان نے پائی ہے بصیرت کی ضیاء
دل بھی روشن ہے مرا اور نظر ہے روشن

ہے مرے لفظوں میں دانش کا اجالا نعمتؔ
سرِ قرطاس پہ یوں میرا ہنر ہے روشن

جو بات سچ ہے اسکو ہی بتلا رہا ہوں میں
اور جھوٹ کو بھی سامنے اب لا رہا ہوں میں

کھلنے لگے ہیں بڑھتے ہوئے فاصلے ہمیں
اب پاس تیرے لوٹ کے پھر آ رہا ہوں میں

سب پوچھتے ہیں چین و سکوں کس نے لے لیا
تو سب کو تیرا نام ہی بتلا رہا ہوں میں

میں اپنی شاعری کے وسیلے سے دوستو
''جو کچھ مجھے ملا تھا وہ لوٹا رہا ہوں میں''

غیروں سے شکوے اس لئے کرتا نہیں کبھی
اپنوں ہی سے تو دھوکے بہت کھا رہا ہوں میں

اس بار جو چلا گیا یہ بات یاد رکھ
پھر لوٹ کے نہ آؤں گا سمجھا رہا ہوں میں

اچھا ملیں گے پھر کبھی زندہ رہے اگر
اب تو تمہارے شہر سے بھی جا رہا ہوں میں

نعمتؔ زمانے والے تو دولت کے ہیں حریص
جو نا سمجھ ہیں ان کو ہی سمجھا رہا ہوں میں

ملتی ہے روکھی سوکھی جو اپنی کمائی سے
نعمت سمجھ کے اس کو سدا کھا رہا ہوں میں

اپنی غزل سناتا ہوں نعمتؔ جو بزم میں
داد سخن بطور صلہ پا رہا ہوں میں

مر جاؤں میں فوراً وہ دوا کیوں نہیں دیتے
مجرم ہوں اگر میں تو سزا کیوں نہیں دیتے

کیوں پیٹھ پیچھے کرتے ہو میری برائیاں
تم میرے عیب مجھکو بتا کیوں نہیں دیتے

لکھا ہے میرا نام جو دل کی کتاب میں
حرف غلط سمجھ کے مٹا کیوں نہیں دیتے

ہے تم کو اعتراف جو میرے خلوص کا
پھر دوستی کا میری صلہ کیوں نہیں دیتے

ہیں بے حسی کی برف میں سب منجمد یہاں
''الفاظ سے تم آگ لگا کیوں نہیں دیتے''

تم نے تو ترک کر دیا پرکھوں کا احترام
پھر پوچھتے ہو ہم سے دُعا کیوں نہیں دیتے

منہ پھیر کر گزرتے ہیں نعمتؔ یہاں کے لوگ
گرتے ہوئے کو تم ہی اُٹھا کیوں نہیں دیتے

میں اپنی خوش نصیبی پر بہت مسرور ہوتا ہوں
مقدر سے میں جس دن بھی مظفر پور ہوتا ہوں

کبھی لمبے سفر سے لوٹ کر آتا ہوں جب گھر کو
سکوں ملتا ہے بے حد جب تھکن سے چور ہوتا ہوں

میں رکھ دیتا ہوں مولیٰ کے کرم پر فیصلہ اپنا
کہ جب چاروں طرف سے میں کبھی مجبور ہوتا ہوں

غموں کے قافلے اکثر تعاقب میرا کرتے ہیں
کہیں حد سے زیادہ جب کبھی مسرور ہوتا ہوں

کبھی سچ بات کہنے سے بھی میں پیچھے نہیں ہٹتا
پہنچ کر میں سرِ دارو رسن منصور ہوتا ہوں

شریکِ بزم ہونے کی مجھے ملتی ہے جب دعوت
کبھی دلی کبھی پونے تو بھاگلپور ہوتا ہوں

مصلےٰ پر مری ماں رہتی ہے محو دعا نعمتؔ
نظر سے دور رہ کر بھی نہ اس سے دور ہوتا ہوں

منصف وہی جو عدل سدا برملا کرے
ہرگز غلط کبھی نہ کوئی فیصلہ کرے

یہ بدگمانی ہونے لگی مجھ کو بار بار
''ایسا کبھی نہ ہو کہ وہ ترکِ وفا کرے''

خلدِ بریں میں پائے گا اپنا مقام وہ
جو اپنے والدین کی خدمت کیا کرے

ہوتا ہے کامیاب وہی ہر محاذ پر
اپنے ہدف سے جونہیں پیچھے ہٹا کرے

لوگوں میں اب وہ پہلی سی ہمدردیاں نہیں
دکھ درد اپنا جاکے وہ کس سے کہا کرے

ملتی ہے سربلندی اسے ہر نگاہ میں
فطرت سے اپنی دور جو خوئے انا کرے

نعمتؔ ہے کامرانی اسی کے نصیب میں
اپنی مدد جو آپ ہی خود کرلیا کرے

تمھیں گر سکوں کی تلاش ہے تو ہمیشہ یادِ خدا کرو
''تمھیں دل سے جس نے بھلادیا اسے بھولنے کی دعا کرو''

کیوں اکیلے رہتے ہو گھر میں تم، کبھی آکے ہم سے ملا کرو
کیوں خموش رہتے ہو ہر گھڑی، کبھی کچھ تو ہم سے کہا کرو

یہ خموشی ہی تو بڑھاتی ہے اسے ظلم کرنے کا حوصلہ
کرے کوئی تم پہ ستم اگر، تو جواب اس کا دیا کرو

سدا اس پہ رحم وکرم کرو، تمھیں دل سے دے گا دعائیں وہ
کسی غمزدہ کی نہ آہ لو نہ کسی پہ جور و جفا کرو

تمہیں جس طرح بھی رکھے خدا کرو اس کے فیض کا شکریہ
نہ تو لاؤ شکوہ زبان پر، نہ تو اس سے کوئی گلہ کرو

رہے یاد نعمتؔ بے نوا، ہے ابھی بھی توبہ کا در کھلا
ہو طلب تو بخشش رب کی ہو، کبھی تم جو کوئی خطا کرو

تری باتوں میں سچائی بہت ہے
کہ تو نے چوٹ بھی کھائی بہت ہے

ذخیرہ کرنے والوں کے سبب سے
وطن میں آج مہنگائی بہت ہے

بڑھاتا ہی نہیں دستِ طلب میں
کہ اِس میں اپنی رسوائی بہت ہے

یہ صدقہ ہے رخِ تاباں کا جاناں
سنہری دھوپ جو چھائی بہت ہے

مجھے بھی آ گیا ہے شعر کہنا
مرے فن کی پذیرائی بہت ہے

یہی دیکھا ہے نعمتؔ میں نے اکثر
ترے شعروں میں گہرائی بہت ہے

کٹی زندگی التجا کرتے کرتے
میں اب تھک گیا ہوں صدا کرتے کرتے

وفا ہم سے ہوتی رہی ہر قدم پر
صنم تھک نہ پایا جفا کرتے کرتے

نہیں باز آیے جفا سے مگر وہ
یونہی رہ گیے ہم وفا کرتے کرتے

چھلک اٹھیں آنکھیں ہماری اچانک
تمھیں دل سے اپنے جدا کرتے کرتے

زباں میں اثر اب تو کچھ بھی نہیں ہے
بہت تھک گئے ہم دعا کرتے کرتے

گزارے ہیں نعمتؔ شب و روز میں نے
ہراک لمحہ یادِ خدا کرتے کرتے

گلشنِ ہستی مہکتا ہر طرف
پیار کا بس پھول کھلتا ہر طرف

پھول کے کھلتے ہی آتا ہے نظر
باغ میں بھونرا مچلتا ہر طرف

اس کا جلوہ ہے عیاں ہر چیز میں
نور اس کا ہے جھلکتا ہر طرف

اب کہیں ملتی نہیں بوئے وفا
"دھوکا ہی دھوکا ہے گویا ہر طرف"

آپ ہوتے ہیں جدا مجھ سے اگر
چھانے لگتا ہے اندھیرا ہر طرف

سب کے دل میں تُو ہی رہتا ہے مکیں
تیرا بندۂ تیرا شیدا ہر طرف

آپ کا روئے منور دیکھ کر
ہونے لگتا ہے اجالا ہر طرف

دھوپ کے صحرا میں بھی آرام ہے
آپ کی رحمت کا سایہ ہر طرف

تشنگی اپنی بجھاتے ہیں سبھی
ان کی رحمت کا ہے دریا ہر طرف

ہو نظامت یا کہ بزمِ شاعری
اس میں نعمتؔ کا ہے چرچا ہر طرف

درد کے شعلوں میں جلنا نہیں دیکھا جاتا
یوں ترا غم سے مچلنا نہیں دیکھا جاتا

دھوپ میں نکلا ہے تُو لے کے بدن شیشے کا
موم کی طرح پگھلنا نہیں دیکھا جاتا

تم تو رکھتے ہو بدن پھول سا نازک لیکن
خار کی راہوں میں چلنا نہیں دیکھا جاتا

مجھ کو قیدی جو بنایا ہے تو اس کو میرا
غم کے زنداں سے نکلنا نہیں دیکھا جاتا

اُس کی خواہش ہے کہ میں ٹھوکریں کھا کھا کے گروں
اُس سے کیوں میرا سنبھلنا نہیں دیکھا جاتا

روز اک روپ نیا بھرتا ہے نعمتؔ وہ بھی
اس کا یہ چہرہ بدلنا نہیں دیکھا جاتا

نفرتوں کی آگ میں جلتا یہ گھر دیکھے گا کون
سب کی نظریں تو اُدھر ہیں پھر اِدھر دیکھے گا کون

دھوپ کی شدت میں جو دیتا رہا سایہ مجھے
میرے آنگن کا وہی جلتا شجر دیکھے گا کون

ایک تم تھے جو سدا مہمیز کرتے تھے مجھے
تم نہیں تو پھر مرا عزمِ سفر دیکھے گا کون

اپنے دل کا درد لوگوں سے بیاں کرتا نہیں
جو ہرا اب تک ہے وہ زخمِ جگر دیکھے گا کون

کر رہے ہیں لوگ شکوہ اپنے رب سے تو مگر
کس لیے اپنی دعا ہے بے اثر دیکھے گا کون

یوں تو اک ادنیٰ سخن ور میں بھی ہوں نعمتؔ مگر
ڈھونڈتے ہیں عیب سب، میرا ہنر دیکھے گا کون

اِدھر آواز دیتا ہے، اُدھر آواز دیتا ہے
پریشانی کے عالم میں بشر آواز دیتا ہے

چلے جاتے ہیں مسجد کو عبادت کے لیے فوراً
جو ربِ دو جہاں کا ہم کو گھر آواز دیتا ہے

پرانے شہر کی ویرانیاں جب ڈسنے لگتی ہیں
"نیا اجلا سا اک روشن نگر آواز دیتا ہے"

گناہوں کی سیاہی کو مٹانے کے لیے اکثر
مجھے اپنے نبی کا سنگِ در آواز دیتا ہے

مٹا دو حق پرستی میں ہمشہ اپنی ہستی کو
علی کے لال کا نیزے پہ سر آواز دیتا ہے

سبھی مصرعے مرے نعمتؔ تر و تازہ نکلتے ہیں
مرے ہر شعر میں خونِ جگر آواز دیتا ہے

وقت نے سادھے ہیں جب ان پہ نشانے کیا کیا
ہوئے برباد ہیں آباد گھرانے کیا کیا

اپنی بربادی پہ میں صبر کیے بیٹھا ہوں
وقت نے لوٹ لیے اپنے خزانے کیا کیا

میں نے حق بات کا اعلان کیا ہے جب سے
لوگ گڑھنے لگے پھر جھوٹے فسانے کیا کیا

ان کی باتوں پہ توجہ نہیں دیتا میں بھی
بکتے رہتے ہیں یہاں روز دوانے کیا کیا

میں اگر اُن کے نہ آنے کا سبب پوچھتا ہوں
کیا کہوں مجھ سے وہ کرتے ہیں بہانے کیا کیا

اب تو نعمتؔ میں لکھا کرتا ہوں نوحے غم کے
کل تلک لب پہ تھے خوشیوں کے ترانے کیا کیا

وہ دیکھو غور سے اُن کو مرے دلدار لگتے ہیں
ہے ان میں دلکشی ایسی کہ وہ شہکار لگتے ہیں

ہر اک شے سے ٹپکتی ہے اُداسی اک تسلسل سے
بہت ہی غمزدہ گھر کے در و دیوار لگتے ہیں

پھلیں گے اور پھولیں گے بھلا کیا ایسی صورت میں
یہاں بربادیوں کے ہر طرف آثار لگتے ہیں

قصیدہ آپ پڑھتے ہیں وہ جن کی شانِ بے جا میں
بڑے ہی آپ اُن کے حاشیہ بردار لگتے ہیں

زمانہ ہے اُدھر مدِّ مقابل اور ایسے میں
ہم اپنے آپ ہی سے برسرِ پیکار لگتے ہیں

جہالت جن کی فطرت میں رہی تھی کل تلک شامل
وہی تو آج کے دن صاحبِ کردار لگتے ہیں

یہاں تو ہر قدم پر حادثوں کا زور ہے نعمتؔ
ہماری زندگی کے راستے دشوار لگتے ہیں

میں نے یادوں کو تری دل میں بسا رکھا ہے
کربِ حالات کو سینے میں چھپا رکھا ہے

آج کی رات وہ محبوب ہے آنے والا
"اس لیے در پہ دیا میں نے جلا رکھا ہے"

روشنی شمعِ ھدیٰ سے سدا لے کر میں نے
اپنے ایمان کی دنیا کو سجا رکھا ہے

جانے کب آئیں گے وہ گھر کی بڑھانے رونق
بس یہی سوچ کے دروازہ کھلا رکھا ہے

مل نہ پایے گی اسے منزلِ مقصود کبھی
جس نے استاد کے رتبے کو بھلا رکھا ہے

سب سے ملتا ہے وہ چہرے پہ تبسم لے کر
جس نے ہر درد کو دنیا سے چھپا رکھا ہے

آہِ مظلوم سے وہ بچ نہ سکے گا نعمتؔ
جس نے مجبوروں پہ ہر ظلم روا رکھا ہے

کرم فرما ہو یا نا مہرباں دیکھا نہیں جاتا
''محبت میں کبھی سود و زیاں دیکھا نہیں جاتا''

ہمارے زخم پر مرہم وہ آ کر کیوں نہیں رکھتا
کسی سے بھی تو یہ دردِ نہاں دیکھا نہیں جاتا

بہے گا خون کب تک بے گناہوں کا زمانے میں
لہو آلود گلشن کا سماں دیکھا نہیں جاتا

جہاں نیتا پدھارے ہوں وہاں کی بات مت پوچھو
وہاں کرتا ہے کیا کیسے بیاں دیکھا نہیں جاتا

ہوئیں مسدود ساری خیر کی راہیں جو اے نعمتؔ
نظامِ شر پسِ کارِ جہاں دیکھا نہیں

پاس اس کے مجھے جاتے ہوئے ڈر لگتا ہے
اس کا الزام سدا میرے ہی سر لگتا ہے

جب سے پردیس میں رہنے لگا بھائی میرا
تب سے ویران بہت میرا یہ گھر لگتا ہے

ڈھونڈتا رہتا ہے اوروں کی برائی جو بھی
''اس کا ہر عیب زمانے کو ہنر لگتا ہے''

اس کے ہر جھوٹ کو سچائی کی ملتی ہے سند
میں جو سچ کہتا ہوں وہ جھوٹ مگر لگتا ہے

اس نے خنجر جو چلایے تھے کبھی طعنوں کے
آج بھی تازہ مرا زخمِ جگر لگتا ہے

اس کی فطرت میں ہے شیطان کی حرکت شامل
گرچہ ظاہر میں مجھے نیک بشر لگتا ہے

میں جو پڑھتا ہوں غزل برسرِ محفل نعمتؔ
اس کا با ذوق سماعت پہ اثر لگتا ہے

آگ لگ سکتی نہیں جس طرح پانی میں کبھی
عشق ہوتا ہی نہیں یوں زندگانی میں کبھی

غم میں تو آنسو نکل آتے ہیں اکثر دوستو!
آنکھ ہو جاتی ہے پرنم شادمانی میں کبھی

چلتے چلتے رک ہی جاتا ہے کبھی میرا قلم
آ ہی جاتی ہے رکاوٹ بھی روانی میں کبھی

زندگی بس اک ڈگر پر آج تک چلتی رہی
کب کوئی بھی موڑ آیا اس کہانی میں کبھی

جھوٹ کو بھی سچ بنا کر پیش کر دیتا ہے وہ
کچھ کمی آئی نہیں جادو بیانی میں کبھی

ہے بہت محفوظ امانت آپکی نعمتؔ کے پاس
کیا کوئی پتھر پگھل سکتا ہے پانی میں کبھی

راستہ بھٹکوگے تم راہِ ہدایت کے بغیر
مل نہیں سکتی کبھی جنت سعادت کے بغیر

ہے یہ ناممکن رسائی تیری ہوجایے وہاں
مل نہیں سکتا خدا حق کی اطاعت کے بغیر

اے خدا کرتے ہیں تیری ذات پر ہم انحصار
زندگی ممکن نہیں تیری عنایت کے بغیر

ہے ادھوری زندگی یادِ خدا جب تک نہ ہو
بندگی ہوتی نہیں پوری عبادت کے بغیر

آج بزمِ شاعری میں جانتے ہیں سب مجھے
ایسا تو ممکن نہ تھا رب کی عنایت کے بغیر

گردشِ حالات سے نعمتؔ میں گھبراتا نہیں
زندگی کا کیا تصوّر، رنج و راحت کے بغیر

ساتھ اُن کے اب مجھے رہنا نہ تھا
سب برے تھے کوئی بھی اچھا نہ تھا

بیچ ڈالے گھر کے اسباب و ظروف
پاس اپنے اب کوئی گہنا نہ تھا

کوششیں ماں باپ نے کی تھیں بہت
پھر بھی بیٹے کو مگر پڑھنا نہ تھا

میرے اپنے بھی پرائے ہوگیے
دن یہ آئیں گے کبھی سوچا نہ تھا

جاچکے جب چھوڑ کے رستے میں سب
ساتھ میں سایہ تھا میں تنہا نہ تھا

بزم میں نعمتؔ تھے سارے خوش کلام
کوئی بھی ان میں بڑا چھوٹا نہ تھا

کھلے ہیں باغ میں یہ تازہ پھول کیوں آخر
انھیں کو ملتی ہے پاؤں کی دھول کیوں آخر

بچھڑنے ملنے کا صدیوں سے کھیل جاری ہے
میں سوچتا ہوں کروں دل ملول کیوں آخر

خموش رہنا ہی بہتر ہے اے رفیقو! تم
یہ باتیں کرتے ہو اتنی فضول کیوں آخر

چمن میں تازہ گلوں کی نہ تھی کمی لیکن
تمہارے ہاتھ میں مرجھایا پھول کیوں آخر

قدم قدم پہ ضروری ہے احتیاط تمہیں
ہمیشہ کرتے ہو تم اتنی بھول کیوں آخر

میں دیکھتا ہوں سیاست کی اونچی کرسی پر
اب آکے بیٹھے ہیں اتنے جہول کیوں آخر

نہ پوچھو ہم سے کرو غور تم ہی خود نعمتؔ
دعائیں ہوتی نہیں اب قبول کیوں آخر

پورا ہوا ہر کام غزل کی بات کرو
ہونے لگی اب شام غزل کی بات کرو

کالی گھٹائیں جھوم رہی ہیں مستی میں
ہاتھ میں لے کر جام غزل کی بات کرو

کیف آگیں ہے، درد کی لذت کا احساس
دل کو ہے آرام غزل کی بات کرو

میرؔ و غالبؔ ذوقؔ کے جیسا شعر کہو
پاؤگے تم بھی نام غزل کی بات کرو

داد و دہش کی شکل میں اچھے شعروں پر
ملا مجھے انعام غزل کی بات کرو

راہِ سخن میں نعمتؔ تم جو چلتے ہو
ملے گا اوجِ بام غزل کی بات کرو

ہر ذرہ ہم کو مظہرِ نورِ خدا لگے
گرچہ ہماری نظروں سے ہردم چھپا لگے

وہ شخص اپنا چہرہ بدلتا ہے روز روز
میں جب بھی اس کو دیکھوں مجھے وہ نیا لگے

اڑنے لگی ہیں آنکھوں سے خوابوں کی تتلیاں
آنگن میں سب کے اب تو مجھے رتجگا لگے

ہم قربتوں کے لمس کی کیا گفتگو کریں
اب تو دلوں کے درمیاں اک فاصلہ لگے

ملتا نہیں ہے کوئی بھی اب تو خلوص سے
چہروں پہ سب کے غازۂ مکر و ریا لگے

سجدوں میں اب رہی نہ وہ خوشبو خلوص کی
خالی اثر سے آج ہماری دعا لگے

نعمتؔ جو خوش کلامی میں مشہور تھا بہت
کیوں آج اپنے آپ سے وہ بھی خفا لگے

آنکھوں میں مری یوں ہی گزر جاتی ہے ہر رات
ذرّے کی طرح جیسے بکھر جاتی ہے ہر رات

اکثر مجھے مائل بہ سفر رکھتا ہے ہر دن
اسٹیج پہ اکثر ہی گزر جاتی ہے ہر رات

محبوب کی فرقت میں رہا کرتی ہے غمگین
محبوب کی آمد پہ سنور جاتی ہے ہر رات

کیوں آج مرے شہر کی سنسان ہے فضا
پتوں کے کھڑکنے سے بھی ڈر جاتی ہے ہر رات

آئینہ مرے خوابوں کا ہوتا ہے شکستہ
آنکھوں میں مری کرچیاں بھر جاتی ہے ہر رات

نعمتؔ مجھے وہ دیتی ہے ہر روز نیا زخم
غمگیں مجھے کچھ اور بھی کر جاتی ہے ہر رات

کسی کو بھی اپنا بنانے سے پہلے
بہت سوچ لو دل لگانے سے پہلے

کریں خود کو فرہاد اور قیس جیسا
رہِ عشق میں آپ جانے سے پہلے

جو ہے روکھی سوکھی وہ نعمت بنے گی
لیا نام رب کا جو کھانے سے پہلے

کڑی دھوپ کا یہ سفر ہے تو کیا غم
دعائیں رکھو ساتھ جانے سے پہلے

تپش اس کی پہنچے گی تیرے مکاں تک
یہ سوچا مرا گھر جلانے سے پہلے

سجا لے قرینے سے گھر اپنا نعمتؔ
ترے پاس مہمان آنے سے پہلے

ہمارے گھر میں ہے رونق تمہارے آنے سے
ہوئی ہے تم سے ملاقات اس بہانے سے

مرے بغیر ادھورا رہے گا ہر قصہ
ہٹاؤ مت میرے کردار کو فسانے سے

تمہارے قدموں پہ ہر چیز لا کے رکھ دوں گا
کبھی طلب تو کرو آ کے اس دوانے سے

ہماری زندگی لگتی ہے آج کل سونی
ہوا ہے ہم کو یہ احساس اس کے جانے سے

ہر ایک دور نے تحفے دیے ہیں زخموں کے
ہمیشہ ڈرتے رہے ہم تو اس زمانے سے

وہ جس کے دم سے غزل کا ہے بانکپن نعمتؔ
ہے میرا رشتہ اسی میرؔ کے گھرانے سے

التجا ہے مری اک نظر دیکھئے
ہوگی مجھ پر عنایت اِدھر دیکھئے

راستے پر خطر اب تو ہونے لگے
آپ بھی کر کے کوئی سفر دیکھئے

آپ کہتے ہیں جاہل ہر اک شخص کو
خود میں کتنا ہے علم و ہنر دیکھئے

کتنی اچھی بھلی ہے یہ اردو زباں
شعر میرے ہیں شیر و شکر دیکھئے

تہمتیں دھرتا رہتا ہے اوروں پہ جو
وہ ہے رسوا جہاں میں جدھر دیکھئے

اِس قدر محترم آپ کی ذات ہے
پہلے نعمتؔ بھی تھا بے خبر دیکھئے

آدمی اب حادثوں کے درمیاں پلنے لگا
زندگی کا لمحہ لمحہ خوف میں ڈھلنے لگا

خوابِ غفلت میں گنوادی تونے اپنی زندگی
وقت کو کھو کر کفِ افسوس کیوں ملنے لگا

اک فسادی جس نے کی شعلہ بیانی دیر تک
سارا منظر نفرتوں کی آگ میں جلنے لگا

مجھ کو میدانِ سخن میں آگیا پھر اعتماد
میں الگ راہوں پہ اپنی جس گھڑی چلنے لگا

ہوگئی اپنی غزل نعمتؔ مثالِ آئینہ
اس کا ہر اک لفظ لوگوں کو بہت کھلنے لگا

ابھی کشمیر میں بنجر پہاڑی کے نظارے ہیں
کہا کس نے کہ جینے کے وہاں اچھے سہارے ہیں

سکوں سے دن گزر جاتے ہیں اپنے یہ بھی کیا کم ہے
کرم ان کا ہے مجھ پہ ان کی رحمت کے اشارے ہیں

عداوت کی فضا میں سانس لینا ہوگیا مشکل
ابھی ان کی نگاہوں میں تعصب کے شرارے ہیں

پلاؤ اور بریانی وہاں پر روز ملتی تھی
یہاں بس دال روٹی پر ہی ہم نے دن گزارے ہیں

لگا رکھا ہے سینے سے جنھوں نے آج اردو کو
وہ اپنی ذات میں تہذیب کے روشن ستارے ہیں

ہماری کشتیِ دل کا ہے نعمتؔ بس خدا حافظ
بھنور ہے سامنے اور دور آنکھوں سے کنارے ہیں

کب ہم نے یہ کہا کہ ہمیں سارا مال دے
جس پر ہمارا حق ہے وہ حصہ نکال دے

تو چاہے جتنی دیر کرے گفتگو مگر
باتوں کے درمیان نہ گردِ ملال دے

اک قطرۂ حقیر سمجھتے ہو تم جسے
آجائے گر وہ ضد پہ سمندر کھنگال دے

مجھ پر ستم کے تیر چلانے لگے عدو
بندہ نواز! مجھ کو دعاؤں کی ڈھال دے

نعمتؔ یہ سرزمین ہے محبوب تر مجھے
کب میں نے یہ کہا کہ مجھے نینی تال دے

کریں گے لوگ عزت ہاتھ میں جب اپنے پیسے ہیں
نہیں پوچھے گا کوئی مفلسی میں آپ کیسے ہیں

بنا محنت کیے حالت بدل سکتی نہیں تیری
غریبی کے وہی حالات اب بھی پہلے جیسے ہیں

میں سرگرمِ سفر رہتا ہوں اکثر کوئے جاناں میں
نقیبِ بزمِ الفت ہوں، مرے حالات ایسے ہیں

مروت بھول بیٹھے ہیں وہ جا کر غیر ملکوں میں
کبھی پوچھا نہیں اپنے وطن والوں سے کیسے ہیں

سنبھل کر چلتے رہنا راہ پر ورنہ تمھیں نعمتؔ
کچل دے گا زمانہ آج کل حالات ایسے ہیں

میری محبتوں کا صلہ دے گئی مجھے
چاہت کے پھول سب سے جدا دے گئی مجھے

اس بے وفا سے کرتا بھی کیا شکوے اور گلے
بدلے میں جو وفا کے دغا دے گئی مجھے

میں نے تو صرف پیار کا اظہار ہی کیا
"تھی کیا خطا کہ ایسی سزا دے گئی مجھے"

وہ کتنی با وفا تھی مرے حق میں کیا کہوں
میں مر رہا تھا آبِ بقا دے گئی مجھے

شاداب آج بھی ہے مری زندگی کا باغ
نعمتؔ وہ آ کے ایسی دعا دے گئی مجھے

تمہارے سامنے درپن ہے صاحب
ذرا دیکھو پھٹا دامن ہے صاحب

سکوں ملتا تھا گمنامی میں لیکن
"یہ شہرت جان کی دشمن ہے صاحب"

یہی ہوتی ہے شہروں کی روایت
بِنا دالان گھر آنگن ہے صاحب

ہماری زندگی کے راستے میں
بڑی مشکل، بڑی الجھن ہے صاحب

رہائی کا نہیں امکان کوئی
مصیبت میں پھنسی گردن ہے صاحب

نہیں دولت ہمارے پاس تو کیا
شرافت ہی ہمارا دھن ہے صاحب

لہو بہتا ہے نعمتؔ اہلِ حق کا
نظر میں کربلا کا رن ہے صاحب

جو اپنے آپ کو پہنچانتے ہیں
انھیں ہم اہلِ دانش مانتے ہیں

فریبِ زندگی کھاتے نہیں وہ
جو خاکِ دشتِ امکاں چھانتے ہیں

خطائیں اُن سے ہوتی ہیں بہت کم
بزرگوں کا کہا جو مانتے ہیں

جہاں بیٹھے ہو تم امید لے کر
در بے فیض ہے سب جانتے ہیں

نہیں معلوم کر دے کب بغاوت
رفیق اپنا جسے ہم مانتے ہیں

انھیں کی زندگی تکلیف میں ہے
جو محنت کو برا گردانتے ہیں

سبق الفت کا دیتے ہیں مذاہب
یہ نعمتؔ تم بھی ہم بھی جانتے ہیں

فکر کے جال میں ہوں پھر بھی غزل کہتا ہوں
غم کے پاتال میں ہوں پھر بھی غزل کہتا ہوں

شہر والو مری غزلوں میں نہ ڈھونڈو خامی
گاؤں چوپال میں ہوں پھر بھی غزل کہتا ہوں

عمر چھوٹی ہے مگر شوقِ غزل گوئی ہے
بارھویں سال میں ہوں پھر بھی غزل کہتا ہوں

یہ مری ماں کی دعاؤں کا اثر ہے شاید
میں کسی حال میں ہوں پھر بھی غزل کہتا ہوں

میں تو ہوں زلفِ گرہ گیر کا قیدی نعمتؔ
حسن کے جال میں ہوں پھر بھی غزل کہتا ہوں

جنھیں اپنا بنانا چاہتے ہیں
ہمیں وہ آزمانا چاہتے ہیں

وہ فطرت سے اگرچہ بے وفا ہے
اسی سے دل لگانا چاہتے ہیں

بڑا ہرجائی ہے محبوب اپنا
اسے دل میں بسانا چاہتے ہیں

پذیرائی یہاں ہوتی نہیں ہے
تری محفل سے جانا چاہتے ہیں

وہ جن کے در سے ملتی ہیں مرادیں
انھیں سے فیض پانا چاہتے ہیں

بہت کی دنیا داری ہم نے اب تک
ذرا نیکی کمانا چاہتے ہیں

غزل کے نام پر اَب لوگ نعمتؔ
کوئی تازہ ترانہ چاہتے ہیں

فضول دل کو جلانے کی کیا ضرورت تھی
دیارِ غیر میں جانے کی کیا ضرورت تھی

میں ساتھ چلتا جو آواز مجھ کو دی ہوتی
اکیلے رات میں جانے کی کیا ضرورت تھی

جو ساتھ چھوڑ چکا تھا سفر کے بیچ کبھی
پھر اس کو ساتھ میں لانے کی کیا ضرورت تھی

وہ چور چور تھا پہلے ہی دل کے زخموں سے
پھر اس پہ آرا چلانے کی کیا ضرورت تھی

جو عہد و پیماں کا رکھتا نہیں ذرا بھی لحاظ
پھر اس سے وعدہ نبھانے کی کیا ضرورت تھی

وہ سنگ دل تھا بہت بات مانتا کیسے
فضول اس کو منانے کی کیا ضرورت تھی

جو کرتا رہتا ہے عیاری کھیل میں اکثر
اسی سے بازی لگانے کی کیا ضرورت تھی

جہاں لگی تھیں کبھی ٹھوکریں تجھے نعمتؔ
دو بارہ اس جگہ جانے کی کیا ضرورت تھی

مشکل میں بسر کرتا ہوں، کرتا ہی رہوں گا
ہر بار حدِ جاں سے گزرتا ہی رہوں گا

تم رہ کے مصیبت میں بھی مایوس نہ ہونا
جو کہتا ہوں میں تم سے، وہ کرتا ہی رہوں گا

تم صفحۂ ہستی سے مجھے لاکھ مٹاؤ
میں نقشِ جلی بن کے ابھرتا ہی رہوں گا

دشمن کا مرے دل میں کوئی خوف نہیں ہے
اللہ سے ہر وقت میں ڈرتا ہی رہوں گا

تم چاہے چلاتے رہو تنقید کے پتھر
میں اپنے ہنر میں تو سنورتا ہی رہوں گا

نعمتؔ مری غزلوں میں مرا خونِ جگر ہے
میں اپنی نگارش میں نکھرتا ہی رہوں گا

نظر میں اپنی خود ہی گھٹ گیا ہوں
کئی خانوں میں اب تو بٹ گیا ہوں

سبھی ہیں چاند سورج کے پجاری
میں تارا ہوں نظر سے ہٹ گیا ہوں

کہی تھی ان سے سچی بات اک دن
میں ان کی صحبتوں سے چھٹ گیا ہوں

میرے مولیٰ تو مجھ پہ رحم فرما
کہ میں بارِ الم سے پھٹ گیا ہوں

قدم اٹھتے نہیں آگے کی جانب
زمیں سے اس طرح میں سٹ گیا ہوں

مدد کی جب ہوئی حاجت کسی کو
میں سر پٹ دوڑ کر جھٹ پٹ گیا ہوں

مجھے بھی ساتھ لے لو اپنے نعمتؔ
تمھارے قافلے سے کٹ گیا ہوں

وہ جانتے ہیں کہ ہوگا انھیں عذاب تو کیا
ہمیشہ کرتے ہیں وہ ظلم بے حساب تو کیا

بدن ہے سنگ کا اور دل بھی ہے ترا پتھر
اگر ہے ہاتھوں میں تیرے حسیں گلاب تو کیا

کبھی گئے نہ قدم میرے میکدے کی طرف
تمھاری آنکھوں سے پی لی ذرا شراب تو کیا

بس اک جھلک ہی بہت ہے سکونِ دل کے لیے
"غرض تو دید سے ہے رُخ پہ ہے نقاب تو کیا"

بنا رہے ہیں بڑی شان سے محل اپنا
ہے زندگانی ہماری اگر حباب تو کیا

مطالعہ کا نہیں ذوق تو ہے لا حاصل
رکھی ہے گر چہ ہر اک قسم کی کتاب تو کیا

ہمارا حال نہ بدلا ہے اور نہ بدلے گا
اگر چہ ملک میں آئے بھی انقلاب تو کیا

ہماری فکر و نظر با حیا ہے اے نعمتؔ
گھروں سے نکلے اگر کوئی بے حجاب تو کیا

عشق میں نامی تم ہو پیارے یہ بندہ گمنام ہوا
جس کو چاہا دل سے تم نے اس کا کام تمام ہوا

اک ظالم کے عشق میں پڑ کر ہم ایسے بیمار ہوئے
کوئی دوا بھی کام نہ آئی اور نہ کچھ آرام ہوا

جب سے بنا وہ شہر کا حاکم ساری خدائی اُس کی ہے
جس نے کی ہے اس سے بغاوت اس کا چکّہ جام ہوا

سچ کہتے ہیں دنیا والے پیار محبت دھوکہ ہے
تم سے الفت کر کے آخر نام مرا بدنام ہوا

وقت کے مارے اور ستائے کیسے کیسے خاک ہوئے
نعمتؔ تو تھا بھیڑ میں تنہا تیرا کیا انجام ہوا

انتظار دید میں دل رول کر بیٹھے رہے
رات بھر دل کا دریچہ کھول کر بیٹھے رہے

اب تلک بھیجا نہیں محبوب نے اذنِ سفر
ہم تو اُڑنے کے لئے پر تول کر بیٹھے رہے

آج پھر ہم کو ضرورت آپ کی ہے آیئے
بے وفا اور سنگ دل سے بول کر بیٹھے رہے

کھل نہ پایا آپ کا بابِ سماعت کس لئے
ہم تو اپنے لہجے میں رس گھول کر بیٹھے رہے

آپ سے اپنی شناسائی کا یہ انجام ہے
اپنے ہاتھوں ہم مصیبت مول کر بیٹھے رہے

کوئی بھی سنتا نہیں حق بات نعمتؔ اس جگہ
ہم لب اظہار ناحق کھول کر بیٹھے رہے

تم اپنے دل میں سدا اونچا حوصلہ رکھو
خدا کی ذات سے ہر وقت رابطہ رکھو

برے جو لوگ ہیں بچ کر رہو سدا ان سے
ہمیشہ نیکی سے تم اپنا واسطہ رکھو

بھلے بُرے کی بھی ہو جائے گی تمیز تمھیں
ہمیشہ پاس بزرگوں کا تجربہ رکھو

بھروسا کرتا نہیں کوئی اب کسی پر بھی
ملو ہر اک سے مگر تھوڑا فاصلہ رکھو

چلے ہو جادۂ عشق و وفا پہ اے نعمتؔ
تو واپسی کا نہ کوئی بھی راستہ رکھو

عزم یہ لے کر ہوا ہے آنا تیرے شہر میں
نذر کر دے گا یہ دل دیوانہ تیرے شہر میں
عشق جب میں نے کیا ہے تجھ سے مجنوں کی طرح
"کفر ہے پتھراؤ سے گھبرانا تیرے شہر میں"
ہے میاں یہ روزِ روشن کی طرح کب سے عیاں
ان کے سچے پیار کا افسانہ تیرے شہر میں
پیار کے بدلے بھی جب کچھ پیار دے سکتے نہیں
زخموں کا دیتے ہیں کیوں نذرانہ تیرے شہر میں
میں نے بھی صحرا کا رخ اب کر لیا یہ سوچ کر
دل جو مشکل ہو گیا بہلانا تیرے شہر میں
کر کے پابندی بھی عائد عاشق و معشوق پر
بن گیا اک کھیل ہے تڑپانا تیرے شہر میں
کچھ سمجھ پائے نہ نعمتؔ درد کو میرے کوئی
حالانکہ ہیں ایک سے اک دانا تیرے شہر میں

یہ مصرع میں پہلے پہل لکھ رہا ہوں
ترے حسن پر اک غزل لکھ رہا ہوں

ہے رخسار تیرا گلابی گلابی
تیرے لب کو کھلتا کنول لکھ رہا ہوں

مری جھونپڑی مجھ کو دیتی ہے تسکیں
اسے خوبصورت محل لکھ رہا ہوں

"طرح" آپ نے دی ہے مجھ کو اچانک
مرصع غزل بر محل لکھ رہا ہوں

اگر چہ وہ ہے گدلے پانی کا بالک
اسے خوبصورت کنول لکھ رہا ہوں

نہیں دیکھا تجھ سا حسیں اور کوئی
ترے حسن کو بے بدل لکھ رہا ہوں

مکمل تو کر لوں میں نعمتؔ غزل کو
ذرا ٹھہر جا اے اجل لکھ رہا ہوں

نمائش کی طاقت ودیعت نہیں ہے
کہ اس میں کوئی شان و شوکت نہیں ہے

چلوں گا کسی دن ملے گا جو موقع
ابھی ساتھ چلنے کی فرصت نہیں ہے

جو دلبر ہے میرا وہ کہتا ہے مجھ سے
مجھے تیری کوئی ضرورت نہیں ہے

پذیرائی کرتا ہے ہر دم زمانہ
اگر چہ میری کوئی شہرت نہیں ہے

کرو کام ایسا نہ ہرگز جہاں میں
کہ جس کام میں کوئی حکمت نہیں ہے

کریں منہ پہ تعریف پیچھے بُرائی
یہ اپنا چلن، اپنی عادت نہیں ہے

بنا لے جگہ دل میں تو سب کے نعمتؔ
کہ مانگے کی شہرت میں عزت نہیں ہے

کرتے ہیں نیک کام تجھے دیکھ دیکھ کر
دل میں ہے احترام تجھے دیکھ دیکھ کر

دیدار تیرا دیتا ہے دل کو سرور و کیف
پیتے ہیں ہم تو جام تجھے دیکھ دیکھ کر

ہے شخصیت میں تیری انوکھی سی اک کشش
بڑھتا ہے ازدحام تجھے دیکھ دیکھ کر

جب تو نہ تھا تو دل میں عجب بے کلی سی تھی
بدلا ہے یہ نظام تجھے دیکھ دیکھ کر

نعمتؔ ترے جمال پہ سو جان سے نثار
روشن ہے اُس کی شام تجھے دیکھ دیکھ کر

جس کا میں شیدا بہت ہوں دید کا مشتاق بھی
اس سے دوری اب گزرتی ہے بہت ہی شاق بھی

اپنی ملت ہو رہی ہے آج رسوا اس لیے
پستیٔ کردار بھی ہے اور برے اخلاق بھی

اس لیے تہذیب سے عاری نظر آنے لگے
بھول بیٹھے جب سے ہم اسلاف کے اسباق بھی

اب ہمارے ملک پر کرنے لگے ہیں راج وہ
جو کہ قاتل بھی لٹیرے اور ہیں قزّاق بھی

ہم نے دیں قربانیاں اپنے وطن کے واسطے
ملک کی خاطر چڑھے ہیں دار پر اشفاق بھی

نیک نامی میں رہا گمنام نعمتؔ وہ مگر
اپنی بدنامی میں اب ہے شہرۂ آفاق بھی

بے وفائی جس بتِ کافر کا ہر دم کام ہے
جانے کیوں لب پر اسی کا ذکر صبح و شام ہے

شہر وہ جنت بداماں جس کا طیبہ نام ہے
"صبح جس کی ہے منور اور روشن شام ہے"

مشکلوں سے لڑ نہ پائے گا کبھی وہ آدمی
زندگی میں جس کی بس آرام ہی آرام ہے

جھوٹ کا چلتا ہے سکہ اب یہاں چاروں طرف
اور سچی بات کہہ کے وہ بہت بدنام ہے

طاقِ دل میں جل رہا ہے اس کی یادوں کا چراغ
اور بیاضِ لب پہ میرے اس کا لکھا نام ہے

نیک کاموں کا صلہ ملتا ہے سب کو ایک روز
جو بدی میں غرق ہو اس کا بُرا انجام ہے

دل میں ہے نعمتؔ مرے روشن عقیدوں کا چراغ
عمر کی دہلیز پہ ٹھہری ہوئی اب شام ہے

رنج و غم کا سلسلہ میری طرف آنے میں ہے
اور خوشی کا کارواں تیری طرف جانے میں ہے

نوجوانوں کو بھلا کیا کوسنا اس دور میں
آج کا بچہ بھی اب تو عشق فرمانے میں ہے

شمع سے مل کر گلے پروانوں نے ہنس کر کہا
"زندگانی کا مزہ اب صرف مرجانے میں ہے"

جاہلوں کو دیکھ لو انعام تم لیتے ہوئے
اور اک اہلِ ہنر جو آخری خانے میں ہے

مجرموں کو تم پکڑ کر چھوڑ دیتے ہو مگر
بے گنہ بھائی ہمارا آج بھی تھانے میں ہے

کچھ بھرم اس کا بھی رکھ لے تو ذرا جانِ چمن
نعمتؔ رضوی بھی شامل تیرے دیوانے میں ہے

نہ آیا گرچہ کبھی لب پہ تیرے نام مرا
تری اداؤں کو اے جانِ جاں سلام مرا

ترے ہی واسطے پھولوں کا ہار لایا ہوں
کبھی نہ ٹالنا یہ تحفہ و پیام مرا

شبِ فراق لگی طول کھینچنے اب تو
چھلک پڑے نہ کہیں صبر کا یہ جام مرا

کسی بہانے سے اک بار آکے مل جاؤ
کہ قصہ ہوتا ہے دنیا سے اب تمام مرا

تری جفائیں کروں کب تلک گوارا میں
چھلکنے والا ہے اب صبر کا یہ جام مرا

پھر اُس پہ نعمتؔ رضوی کرے بھروسا کیوں
کہ جینا کر دیا جس شخص نے حرام مرا

ہر مرحلہ سفر کا جو آسان ہوگیا
منزل تلک رسائی کا سامان ہوگیا

یہ بھی کرم ہے اس کا اندھیروں کے درمیاں
روشن مری حیات کا امکان ہوگیا

ملتا نہیں ہے کوئی بھی آکر خلوص سے
مطلب پرست آج کا انسان ہوگیا

تقسیم مسلکوں میں ہوئے کلمہ گو سبھی
گم کردہ راہ ، صاحبِ ایمان ہوگیا

لوگوں کا خون پینے لگا ہے وہ شوق سے
انساں ہمارے دور کا حیوان ہوگیا

زینہ ترقیوں کا ہے پوشیدہ علم میں
تعلیم جس نے پائی وہ ذیشان ہوگیا

حکمت کے موتی جس نے لٹائے جہان میں
قرآں کی زباں میں وہ لقمان ہوگیا

انسان کی صفوں میں تھا پہلے یہ آدمی
تہذیب اپنی چھوڑ کے شیطان ہوگیا

نعمتؔ عجیب بات ہے اشعار میں مرے
وہ اپنا چہرہ دیکھ کے حیران ہوگیا

کبھی اشکِ ندامت لے کے جب سوئے حرم نکلے
ہمارے سر پہ سایہ کرنے کو ابرِ کرم نکلے

ہمیں جو آشتی کا درس دیتے تھے زمانے میں
وہی اہل جفا نکلے وہی اہل ستم نکلے

ارادہ ہے کہ اب تیری طرف ہرگز نہ جائیں گے
"بڑے بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے"

اب اپنے ملک کے آثار ہیں جنگ و جدل جیسے
علم امن و اماں کا بن کے پھر میرا قلم نکلے

تمنا ان سے ہمدردی کی رکھے کیوں بھلا کوئی
جنھیں میں موم سمجھا تھا وہ پتھر کے صنم نکلے

کئی خدشات ذہن و دل پہ حاوی ہوگئے اکثر
کبھی جب گھر سے باہر دوستو! میرے قدم نکلے

چھپاتا کب تلک میں حال نعمتؔ ساری دنیا سے
میری آنکھوں سے بن کے اشک، دل کے سارے غم نکلے

منتظر تھا جس کا میں اس کا پیام آ ہی گیا
میرے ہونٹوں تک مری خوشیوں کا جام آ ہی گیا

اب تو کس کی راہ میں پلکیں بچھائے ہے ابھی
جشن میں تیرے ہُجومِ خاص و عام آ ہی گیا

جس کو پاگل کہہ کے ٹالا کرتے تھے سب روز روز
ایک دن اس کا جنوں پھر میرے کام آ ہی گیا

میں سمجھتا ہوں اسے اپنے مقدر کا عروج
تیرے دیوانوں میں آخر میرا نام آ ہی گیا

خانۂ دل کے مرے سب بام و در روشن ہوئے
چھت پہ جب وہ رُوکشِ ماہِ تمام آ ہی گیا

وہ نبیؐ آخری محبوبِ رب، سلطانِ دیں
سارے نبیوں کے لئے بن کر امام آ ہی گیا

اب قیامت کا بھی منظر دیکھ لو نعمتؔ میاں
"ایک ہی مرکز پہ وقتِ صبح و شام آ ہی گیا"

جہاں میں سب کو تم سے پیار ہو ایسا نہیں ہوتا
یہاں کا ہر بشر غدار ہو ایسا نہیں ہوتا

ہمیشہ کوئی بھی بیمار ہو ایسا نہیں ہوتا
نشے میں ہر کوئی سرشار ہو ایسا نہیں ہوتا

یہ نا حق جان لینا کام ہے وحشی درندے کا
کہ اک انسان بھی خونخوار ہو ایسا نہیں ہوتا

جلائے گھر کسی کا اور بہائے خون کا دریا
کسی مسلم کا یہ کردار ہو ایسا نہیں ہوتا

جرائم سے بھری دنیا کی اکثر وارداتوں سے
کبھی خالی کوئی اخبار ہو ایسا نہیں ہوتا

مسرتؔ کی لکیریں ہیں شکن آلود چہرے پر
ہمیشہ چہرہ غم آثار ہو ایسا نہیں ہوتا

اگر ہو حوصلہ آسان ہو جاتی ہے ہر منزل
"کوئی رستہ سدا دشوار ہو ایسا نہیں ہوتا"

کہ تو نے بھی دیا دھوکہ تجھے بھی بھول جائیں گے
مگر دھوکہ مجھے ہر بار ہو ایسا نہیں ہوتا

گزارش ہے کہ اے نعمتؔ اشاروں کی زباں سمجھو
ہمیشہ کھل کے ہی اظہار ہو ایسا نہیں ہوتا

پہلے تو کچھ سکھ بھی تھا لیکن ہے اب کچھ بھی نہیں
ہر طرف ہے دکھ ہی دکھ عیش و طرب کچھ بھی نہیں

وہ ترقی کے منازل طے کہاں کر پایے گا
پاس جس کے علم ہو لیکن ادب کچھ بھی نہیں

چاہے جتنا بھی چھپالو اپنی بد اعمالیاں
"کون مانے کا تباہی کا سبب کچھ بھی نہیں"

بے وفا تھا دوست تیرا دے گیا آخر دغا
یہ تو ہونا تھا ہوا اس میں عجب کچھ بھی نہیں

حشر کے دن کام آئیں گی تمہاری نیکیاں
سامنے اللہ کے نام و نسب کچھ بھی نہیں

خالقِ باری کی ہر تخلیق نعمتؔ ہے مفید
غور سے دیکھو یہاں پر بے سبب کچھ بھی نہیں

دھوکہ کھاؤگے اگر جاؤگے عیّار کے پاس
پاؤگے اس کا پتہ آئینہ بردار کے پاس

حسن کچھ اور بڑھا دیتا ہے شہزادی کا
ایک چھوٹا سا کوئی تِل لب و رخسار کے پاس

چین ملتا اسے اور دل کو بھی آجاتا قرار
"کوئی غمخوار تو ہوتا ترے بیمار کے پاس"

دیس کا حال جو پہلے تھا وہی ہے اب بھی
صرف وعدوں کے سوا کچھ نہیں سرکار کے پاس

اس کی فطرت میں خباثت ہی بھری رہتی ہے
بھولے سے جاتا نہیں میں کسی میخوار کے پاس

جی رہا ہوں یہی حسرت لیے دل میں نعمتؔ
جاؤں گا میں بھی کسی دن شہِ ابرار کے پاس

صوفیوں کا دلربا مسکن ہے شہر ممبئی
ہر طرح کے پھول کا گلشن ہے شہر ممبئی

آتے ہیں ہر صوبے کے ہی لوگ روزی کے لیے
دن منور، رات بھی روشن ہے شہر ممبئی

ہے الگ پہچان اس کی پھر یہ کس نے کہہ دیا
سر زمینِ دہلی کی سوتن ہے شہر ممبئی

رہتے ہیں ہر قسم کے فنکار بھی اس شہر میں
خوشبوئے سنبل بھی ہے سوسن ہے شہر ممبئی

اپنی اصلی شکل و صورت دیکھتا ہے ہر کوئی
صاف اور شفاف اک درپن ہے شہر ممبئی

ہے معاشی راجدھانی ملکِ ہندوستان کی
آگ میں تپ کر بنا کندن ہے شہر ممبئی

سارے شہروں کے نمائندے یہاں موجود ہیں
لگتا ہے کلکتہ بھی، کوکن ہے شہر ممبئی

تیز رفتاری اگر ہو دیکھنا تو آیئے
کام چوروں کیلئے الجھن ہے شہر ممبئی

جب بھی نعمتؔ یاد اُس کی آئی فوراً آگیا
ہم غریبوں کے لیے لندن ہے شہر ممبئی

ہم اپنے شوق کو ممنونِ امتحاں کرتے
بیان غزلوں میں حالاتِ جسم و جاں کرتے

ہماری دنیا بھی جنت نظیر ہوجاتی
ملاپ ہم جو فریقوں کے درمیاں کرتے

اجل قریب جب آئی تو یہ ہوا محسوس
''کٹی ہے عمر لہو اپنا رائگاں کر تے''

تمہارے ساتھی بلندی کے آسمان پہ ہیں
تم ایک رہ گئے خود کو ہی بد گماں کرتے

ہمارا خونِ جگر شعر میں سما جاتا
غزل کے نام پہ ہم خود کو جاوداں کرتے

ضرور خلد بریں میں بھی ملتی ان کو جگہ
یتیم بچوں کے سر پر جو سائباں کرتے

نہ جانے کب وہ چلے آئیں میرے گھر نعمتؔ
کٹی ہے عمر مِری دل کو کہکشاں کر کے

آپ نے یہ کیا ستم اے جانِ جاناں کر دیا
بے نیازی کی ادا کو دشمنِ جاں کر دیا

میرے اپنے یار کی مطلب پرستی نے مجھے
عشق و الفت سے بہت بیزار و نالاں کر دیا

ہے یہ ہم پر آپ کی جانب سے احسان و کرم
دوسرے کی خامیوں کو ہم پہ چسپاں کر دیا

جوڑ کر رشتہ مرا لوگوں نے اس بے درد سے
عمر بھر میرے لئے رونے کا ساماں کر دیا

دیر تو بس آپ کے تشریف لانے بھر کی تھی
آپ کی آمد نے صحرا کو گلستاں کر دیا

چاہتے ہیں سب مجھے کوئی مجھے جچتا نہیں
اُس نے محفل میں یہ کہہ کے سب کو حیراں کر دیا

آپ کی آنکھوں میں رب نے ایسی قوت ڈال دی
''جس بیاباں پر نظر ڈالی گلستاں کر دیا''

یوں تو نعمتؔ کی نظامت سے بھی شہرت کم نہ تھی
شاعری کے ذوق نے کارِ نمایاں کر دیا

سب سے جدا ہے سب سے الگ بے مثال ہے
تخلیقِ کائنات اُسی کا کمال ہے

اِک بار 'نا' جو کہہ دیا اب تک ہیں وہ خفا
اتنی سی بات کا اُنہیں اتنا ملال ہے

مرکز وہ بن گیا ہے ہر اِک کی نگاہ کا
کیا خوب اس کے چہرے پہ حسن و جمال ہے

اس دور میں تو ہو گئی دشوار زندگی
شورش زدہ سماج میں جینا محال ہے

رہتا ہوں میں بلاؤں سے محفوظ ہر گھڑی
ماں باپ کی دُعاؤں کا یہ بھی کمال ہے

محبوب سب کی نظروں میں ہے اس کی شخصیت
کہتے ہیں لوگ وہ بڑا شیریں مقال ہے

اشعار میرے سن کے یہ کہنے لگے ہیں لوگ
نعمتؔ کی شاعری میں ہنر کا کمال ہے

وہ لوٹ آئے تو آجائے گا قرار مجھے
ہمیشہ رہتا ہے بھائی کا انتظار مجھے

ہمیشہ مجھ کو اے مالک! امان میں رکھنا
ہوائے نفس نہ کرلے کہیں شکار مجھے

عناد رکھتے ہیں مجھ سے چھپا کے وہ دل میں
جتا رہے ہیں اگرچہ وہ اپنا پیار مجھے

میں کر رہا تھا کفالت ابھی تلک جن کی
وہی سمجھنے لگے اب زمیں پہ بار مجھے

ہمیشہ سامنا کرتا ہوں اپنے دشمن سے
کہ کرنا آتا نہیں ہے عقب سے وار مجھے

کوئی تو فیصلہ ہوجایے زندگانی کا
لڑائی کرنی ہے دشمن سے آر پار مجھے

زمین والوں کی خدمت میں کر سکوں نعتؔ
فرازِ ذوقِ انا سے ابھی اتار مجھے

ذہن میں ان کے خیالات سے خوشبو آئے
بات ان کی ہو تو ہر بات سے خوشبو آئے

ذہن و دل میرے مہک اُٹھتے ہیں ان کو پڑھ کر
حرف در حرف حکایات سے خوشبو آئے

ان کی یادوں سے معطر ہے مرا ہر لمحہ
دن سے ملتی ہے مہک رات سے خوشبو آئے

اُن سے دوری مجھے بے چین رکھا کرتی ہے
پاس وہ ہوں تو ملاقات سے خوشبو آئے

اُن کی قربت کا زمانہ ہے کہ پیمانۂ کیف
ساتھ گزرے ہوئے لمحات سے خوشبو آئے

جس جگہ رکھا تھا سرکار نے قدموں کو کبھی
اس زمیں کے سبھی ذرات سے خوشبو آئے

پھول جھڑتے ہیں سدا ان کے لبوں سے نعمتؔ
وہ کریں بات تو ہر بات سے خوشبو آئے

سارے پیڑوں پہ پھل اب تو آنے لگے
سینچنے میں انہیں تو زمانے لگے

جب مصیبت پڑی ہم پہ پردیس میں
اپنی حالت پہ آنسو بہانے لگے

جن کو ہم نے پڑھایا بڑے پیار سے
وہ بھی اب ہم کو جاہل بتانے لگے

اب تو بے علم بھی علم کی راہ میں
دیکھئے رنگ اپنا جمانے لگے

میرے گھر آنے والے ہیں خوشیوں کے دن
جاکے پردیس بچے کمانے لگے

میں نے نعت نبی پیش کی بزم میں
بارش نور میں سب نہانے لگے

حسن طیبہ نگاہوں میں جب آگیا
دل کے دیوار و در جگمگانے لگے

میری آغوش میں جو ہوئے ہیں جواں
وہ بھی اب مجھ کو آنکھیں دکھانے لگے

میرے بچے بھی نعمتؔ سمجھدار ہیں
بوجھ اب گھر کا وہ بھی اُٹھانے لگے

دہشت کا ظلم و جور کا ٹاور سمیٹ لو
مخلوق کے ستانے کا پاور سمیٹ لو

واقف نہیں ہو جنگ و جدل کے اصول سے
ہے خیریت اسی میں کہ لشکر سمیٹ لو

گر کامیابی چاہیے دنیا و دین میں
غفلت کی نیند سے اٹھو بستر سمیٹ لو

مجھ سے یہ میری ماں نے کہا اے مرے پسر
’جانا ہے اس دیار سے منظر سمیٹ لو‘

پھیلاؤ تم نہ حرص و ہوس کی ہتھیلیاں
طولِ امل کو قلب کے اندر سمیٹ لو

جب بھی حیات میں ملے توفیق حاضری
جاؤ مدینہ رحمتیں بڑھ کر سمیٹ لو

احباب کی خوشی میں ہے اپنی ہر اک خوشی
مونس مزاج جتنے ہیں یاور سمیٹ لو

شبیر میرا آئے گا بولی یہ فاطمہ
کرب و بلا سے کنکر و پتھر سمیٹ لو

استاد سامنے ہو تو نعمتؔ بصد ادب
دامن میں اپنے علم کے گوہر سمیٹ لو

"لکھی ہے مصحفِ رخسار کی تفسیر مدت تک"
غزل نعمتؔ نے کی ہے اس طرح تحریر مدت تک
بالآخر ایک دن ان کے دماغ و دل ہوئے روشن
کہ آبِ علم سے جن کی ہوئی تطہیر مدت تک
یہاں پر کامیابی کی سند بس اس کو ملتی ہے
حصولِ علم کی کرتا ہے جو تدبیر مدت تک
پذیرائی تمہارے شعر کی اب تک نہ ہو پائی
ترنم کی اگرچہ تم نے کی تشہیر مدت تک
بنا لیتے ہو گرویدہ سبھوں کو اپنی باتوں سے
تمہاری خوش بیانی کی رہی تاثیر مدت تک
خدا توفیق دے تجھ کو خطیب خوش بیاں نعمتؔ
یوں ہی کرتا رہے اُردو میں تو تقریر مدت تک

وہ بے وفا ہے تو پھر انتظار کیا کرنا
اور اس کی یاد میں دل بے قرار کیا کرنا

جو توڑ ڈالے بھرم سارا آنِ واحد میں
تو اس سے شکوہ گلہ بار بار کیا کرنا

جو اہل حرب ہیں وہ سامنے سے لڑتے ہیں
کسی کی پیٹھ پہ پیچھے سے وار کیا کرنا

ہمیشہ خون وہ انصاف کا بہاتا ہے
حریف عدل کو اب شہر یار کیا کرنا

حسد کی آگ میں جلنا نصیب ہے جس کا
وہ ہے ذلیل اُسے با وقار کیا کرنا

کتابِ عشق و محبت پڑھی نہیں جس نے
سراپا ناز سہی اُس سے پیار کیا کرنا

نہ سوچ اپنے سوا جو کبھی کسی کے لئے
اک ایسے شخص کا پھر اعتبار کیا کرنا

اندھیری رات میں تارے گنا کرو نعمتؔ
فضول بیٹھ کے دن کو شمار کیا کرنا

پیغام کوئی لے کے صبا تک نہیں آتی
دل جس سے بہلتا وہ فضا تک نہیں آتی

بڑھ جائے جو حد سے وہ بلندی نہیں اچھی
'اونچی ہوں فصیلیں تو ہوا تک نہیں آتی'

بیوی کے لئے توڑ کے لاتا ہے وہ تارا
جس بیٹے سے اب ماں کی دوا تک نہیں آتی

کیوں گاؤں کی تقدیر میں سیلاب لکھا ہے
کیوں شہر میں ساون کی گھٹا تک نہیں آتی

جو یار ہیں مطلب کے وہ کیا دیں گے کسی کو
اُن سے تو کبھی بوئے وفا تک نہیں آتی

دنیا میں کسی اور کی عزت نہیں کرتے
وہ لوگ جنہیں شرم و حیا تک نہیں آتی

جن لوگوں کی فطرت میں ہے اخلاص کی خوشبو
ان کو تو تغافل کی ادا تک نہیں آتی

پہچان ہے یہ سچے غلامان نبی کی
کلمہ نہ ادا ہو تو قضا تک نہیں آتی

وہ شخص بھلا نعت کا کیا شعر کہے گا
جس شخص کو تہذیب ثنا تک نہیں آتی

مشکل میں بھی پردے کا وہ پیغام نہ ملتا
گر بنت علی کرب و بلا تک نہیں آتی

سُکھ ہوتا فقط دُکھ جو نہ ہوتا کبھی نعمتؔ
بندے کو بھی تو یادِ خدا تک نہیں آتی

علم سے تہذیب سے جس آدمی کو پیار ہے
اس کی عزت کرنے کو ہر شخص بھی تیار ہے

سلسلہ تعلیم کا ہو تربیت کے ساتھ ساتھ
سارے لوگوں سے گذارش بس یہی ہر بار ہے

مانگنے سے حق نہیں ملتا تو بڑھ کر چھین لو
ایسا کر سکتے نہیں تو زندگی بیکار ہے

جو دیانت داری سے تعلیم دے سکتا نہیں
وہ معلّم کب مبارک باد کا حقدار ہے

یا خدا قائم رہے امن و اماں اس ملک میں
خونِ انساں سے بھری اب سرخیٔ اخبار ہے

جانتے ہیں سب ملے گی کامیابی کس طرح
کرتا ہے محنت وہی بچہ کہ جو ہشیار ہے

جو کسی لائق سمجھتا ہی نہیں تھا کل تلک
آج نعمتؔ کی غزل سننے کو وہ تیار ہے

یوں دکھایا ہے ابھی روئے منور کس نے
اور روشن کیا قندیل کو بڑھ کر کس نے

یا خدا تیرے سوا کس کو ہے اتنی قدرت
پل میں دریا کو بنا ڈالا سمندر کس نے

بھیج کر رحمتِ عالم کو ہدایت کے لئے
بولو چمکایا زمانے کا مقدر کس نے

میں بھی دیوانہ ہوں لیکن نہیں مجنوں جیسا
پھر بھی سر پر مرے مارا ہے یہ پتھر کس نے

گھومتے پھرتے ہیں مجرم سرِ بازار یہاں
بے قصوروں کو کیا جیل کے اندر کس نے

بھاگ میدان سے مت جنگ ابھی جاری ہے
پیٹھ پر دیکھ چلا ڈالا ہے خنجر کس نے

عاشقوں کے لئے کافی ہے موبائل اب تو
اس زمانے میں کہاں چھوڑا کبوتر کس نے

کیوں نہ ہلچل سی مچے ٹھہرے ہوئے پانی میں
'دل کے تالاب میں پھینکا ہے یہ کنکر کس نے'

جو بھی کہنا تھا بہت سوچ سمجھ کر کہتا
باتوں باتوں میں بپا کر دیا محشر کس نے

داد و تحسین سے لوگوں نے نوازا بڑھ کر
شعر لکھا ہے رہِ عام سے ہٹ کر کس نے

شاعری تو نہیں بازیچۂ اطفال مگر
جیسے تیسے کو بنا ڈالا سخن ور کس نے

میرے اشعار میں ایسی تو کوئی بات نہ تھی
پھر میرے نام کیا حرف مکرر کس نے

جس کی شادابی تھی مشہور جہاں میں نعمتؔ
کھیت زرخیز تھا اس کو کیا بنجر کس نے

رخ ہواؤں کے جب بگڑتے ہیں
گھر کے گھر ہر طرف اجڑتے ہیں

ہم جو بڑھتے ہیں حوصلہ لے کر
پاؤں دشمن کے پھر اکھڑتے ہیں

دے رہے تھے سبق محبت کا
اب تو آپس میں خود ہی لڑتے ہیں

ایک پاگل ہوا کے جھونکے سے
لاکھ پتے شجر سے جھڑتے ہیں

آشنا وہ نہیں حقیقت سے
ابھی بچے ہیں ضد پہ اڑتے ہیں

ہیں وہ ضدی بھی اور کم سن بھی
باتوں باتوں میں سب سے لڑتے

ان پہ نعمتؔ بھروسا کیوں کر ہو
صرف الزام ہی جو جڑتے ہیں

ملنے بھی وہ نہ آئے زمانے گزر گئے
دل میں انہیں بسائے زمانے گزر گئے

شمعِ وفا جلا ئے زمانے گزر گئے
قسمت کو آزمائے زمانے گزر گئے

بدنام ہو رہا ہوں فقط ان کے نام سے
جن سے ملے ملائے زمانے گزر گئے

آمادہ دشمنی پہ ہوا یار مہرباں
جب دوستی نبھائے زمانے گزر گئے

فکر معاش نے تو کیا دربدر ہمیں
روٹی بھی گھر پہ کھائے زمانے گزر گے

شاید مرے پڑوس میں دشمن نہیں رہا
''پتھر بھی گھر پہ آئے زمانے گزر گئے''

قاتل ہی حکمراں ہے تو انصاف کیا ملے
دکھ درد تو سنائے زمانے گزر گئے

تنقید وہ بھی کرنے چلا ہے اذان پر
سدھ بدھ جسے گنوائے زمانے گزر گئے

یہ حال مفلسی کی وجہ سے ہوا مرا
اب کھل کے مسکرائے زمانے گزر گئے

دربار کبر یا میں ندامت کے اشک کی
اک بوند بھی بہائے زمانے گزرگئے

اہل وطن میں آج بھی اپنا نہیں شمار
جبکہ وطن میں آئے زمانے گزر گئے

گھٹ گھٹ کے جی رہا ہے یہ نعمتؔ بھی آجکل
دن چین سے بتائے زمانے گزر گئے

جب سے نعمتؔ پر کرم فرما نگاہِ پیر ہے
نکھری نکھری اس کی ہر تقریر اور تحریر ہے

دوسروں کے عیب پر انگلی اٹھاتے ہیں سبھی
آنکھ کی اپنی کہاں آتی نظر شہتیر ہے

مدرسہ ہو یا کہ مکتب یا کہ کوئی جامعہ
"علم کی ہر راہ یارو! منزلِ تعمیر ہے"

پھر رہا ہے ٹھوکریں کھاتا ہوا ہر راہ میں
جس کے بھی قدموں سے لپٹی جہل کی زنجیر ہے

شرم سے سر جھک گیا سب اہل باطل کا مگر
آج بھی اونچا بہت دیکھو سر شبیر ہے

ہند کی تاریخ میں ملتی نہیں جس کی مثال
ہاں وہی سلطان اورنگ زیب عالمگیر ہے

کس کو اپنا بولوں کس کو غیر میں سمجھوں یہاں
ہر زباں باغی تو ہر اک ہاتھ میں شمشیر ہے

ایک دن اس نے جو پی لی تھی نگاہِ یار سے
پوچھیۓ نعتؔ سے وہ مئے کتنی پر تاثیر ہے

یوسف نہیں تو مصر کا بازار بھی نہیں
یعنی کسی کا کوئی خریدار بھی نہیں

یارو کچھ ایسے لوگ بھی ہیں اپنے وطن میں
غدار بھی نہیں تو وفادار بھی نہیں

سر پر ہے دوپہر کی کڑی دھوپ الاماں
"بیٹھیں کہاں کہ سایۂ دیوار بھی نہیں"

کوئی تو ہے یہاں جو وفادار ہے بہت
کیسے کہوں یہاں کوئی دلدار بھی نہیں

بس آیئے اور آکے چلے جایئے حضور
یاں مستقل ٹھہرنے پہ اصرار بھی نہیں

رخت سفر ہیں باندھ چکے قافلے کے لوگ
جاؤں میں کس طرح کہ ہوں تیار بھی نہیں

صادق بھی ہیں امین بھی سرکارِ دوجہاں
انکار اس کا کرتے ہیں کفار بھی نہیں

مقبولیت جو پاسکیں لوگوں کے درمیاں
ایسے تو چند آپ کے اشعار بھی نہیں

کچھ تو توجہ کیجئے سرکار آپ بھی
اشعار سارے اس کے تو بیکار بھی نہیں

نعمتؔ کو ہے گلہ بھی تو بس اپنے لوگ سے
غیروں سے اس کو کوئی سروکار بھی نہیں

کچھ نظر آتا نہیں ، اپنی ضرورت کے سوا
اور کیا چاہیئے اس تلخ حقیقت کے سوا

کیسے بتلاؤں کہ کیا حادثہ گزرا ہوگا
اب یہاں کچھ بھی نہیں ٹوٹی عمارت کے سوا

پھر بھی تم چلتے رہے اس کے ہی پیچھے پیچھے
اس نے تو کچھ نہ دیا صرف مصیبت کے سوا

بے غرض کون سی چاہت ہے یہاں بتلاؤ
ایک ماں باپ کی بے لوث محبت کے سوا

آگئے آپ کے اب آخری دن بھی صاحب
اور کچھ کیجئے اس گندی سیاست کے سوا

بولئے بولئے شرمایئے بالکل ہی نہیں
آپ کی آنکھوں میں کچھ ہے بھی حقارت کے سوا

تنگ مت کیجئے یوں روز ہمیں آ آ کر
آپ کو آتا ہے کچھ اور شرارت کے سوا

عقل کہتی تھی رہو دور ہی اس سے نعمتؔ
اس سے کیا پایا فقط تم نے ندامت کے سوا

پہلے سے میری پریشانی ذرا بھی کم نہیں
کیسے کہہ دوں کہ مجھے اب کوئی رنج وغم نہیں

اشک کے ہر گرم قطرے میں چھپا اک درد ہے
''اس گلِ خنداں کا رونا گریۂ شبنم نہیں''

کیسے میں اس کو مسیحائے زمانہ مان لوں
جو کسی کے زخم پر رکھتا کبھی مرہم نہیں

کھویا کھویا رہتا تھا آٹھوں پہر جس کے لیے
اب ستاتی یاد اس کی بھی مجھے پیہم نہیں

ہاں وہی بیٹا فقط حقدارِ جنت ہے میاں
فعل سے جس کے کبھی ماں باپ ہوں برہم نہیں

پی کے بھی جس کو بہک جانے کا کچھ خطرہ نہ ہو
وہ مئے حُبّ نبی ہے کوئی جامِ جم نہیں

چڑھ کے نیزے پر بھی نعتؔ کہہ دیا شبیر نے
جان دیدی ہے مگر سر کو کیا ہے خم نہیں

عشق میں حد سے گزر جانے کو جی چاہتا ہے
اس کی سانسوں میں اتر جانے کو جی چاہتا ہے

دل میں آتا ہے کبھی ماں کی جو خدمت کا خیال
کام سب چھوڑ کے گھر جانے کو جی چاہتا ہے

ہر زمانے کے تھکے ہارے ہوئے بیٹوں کو
ماں کے آنچل میں ٹھہر جانے کو جی چاہتا ہے

پاس اُس کے مرا جانا تو اب ممکن ہی نہیں
تم چلے جاؤ اگر جانے کو جی چاہتا ہے

فرقتِ یار کی شدت سے میرا دل مضطر
''ان دنوں یوں ہے کہ مر جانے کو جی چاہتا ہے''

پڑھنے لکھنے میں کرے خوب وہ محنت دل سے
دہر میں جس کا ابھر جانے کو جی چاہتا ہے

حسن والے کوئی موقع نہیں دیتے نعمتؔ
ورنہ کس کا نہ سدھر جانے کو جی چاہتا ہے

دنیا میں درد عشق کی کوئی دوا نہیں
زخمِ جگر کے حق میں کوئی کیمیا نہیں

یہ عشق کی مثال بھی ہے مشک کی طرح
کوشش تو کی سبھوں نے مگر یہ چھپا نہیں

ہم تو ہزار جان سے تم پر فدا رہے
پھر بھی گلہ ہے ہم سے کہ ہم با وفا نہیں

افسانہ اب بھی رنگِ حقیقت سے دور ہے
تم ہم سے بے نیاز ہو کیا یہ جفا نہیں

واقف ہیں ہم تمہارے طریقوں سے ظالمو!
ٹھگنا انہیں جو تم سے ابھی آشنا نہیں

ہم دوسروں کو راستہ کیسے بتائیں گے
''اب تک تو ہم کو اپنا ٹھکانہ ملا نہیں''

جنت اسے ضرور ملے گی یقین ہے
وہ جس نے والدین کو اف تک کہا نہیں

نعمتؔ سے جھوٹ بول کے وہ سرخرو ہوا
پھر بھی اِسے زمانے سے کوئی گلہ نہیں

چل رہی ہے ہوا سیاست کی
خیر ہو جذبۂ محبت کی

میں نے پرواہ کی نہ دولت کی
بات جب آگئی ضرورت کی

ہوگئیں مشکلیں سبھی آساں
دل سے ماں باپ کی جو خدمت کی

آپ سلجھا رہے ہیں ہر گتھی
دھوم ہے آپ کی لیاقت کی

جھوٹے لوگوں سے بچ کے رہیۓ گا
میرے اسلاف نے ہدایت کی

لٹ گئی دولتِ شناسائی
اس نے اپنوں سے جب عداوت کی

تو نے حق بات کہہ دی محفل میں
داد دیتا ہوں تیری جرأت کی

جو ہوئی کر بلا کے میداں میں
کیجئے بات اس شہادت کی

دل میں بس آرزوئے طیبہ ہے
کچھ بھی خواہش نہیں ہے جنت کی

ہو ادا اس کا شکریہ صاحب
مولٰی نے جو عطا یہ صورت کی

میں نے اس کو سنبھال کر رکھا
اس نے سوغات جو عنایت کی

بے وفا کی نگاہ میں نعمؔت
کوئی قیمت نہیں محبت کی

جس پہ بھی ان کی عنایت ہوگئی
خوب روشن اس کی قسمت ہوگئی

رک گیا بٹوارہ گھر کا اس گھڑی
بھائیوں میں جب سے الفت ہوگئی

مستحق داد سخن کا ہوگیا
اس کو جب کہنے کی جرأت ہوگئی

ان سے مل کر مجھ کو کچھ ایسا لگا
ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی

بس خیالوں میں رہا کرتا ہوں گم
جانے میری کیسی عادت ہوگئی

جیسے ہی بڑھکر کیا ان کو سلام
دل سے زائل سب کدورت ہوگئی

باپ اور ماں کی دعاؤں کے طفیل
میری دنیا مثلِ جنت ہوگئی

ایک الہامی غزل نعمتؔ سے بھی
چشم مرشد کی بدولت ہوگئی

ولی اللہ کا ہم پر ابھی فیضان باقی ہے
کرم سے ان کے بے شک اپنا ہندستان باقی ہے

مرا ہندوستاں اک دن بلندی پر کھڑا ہوگا
مقابل میں اگرچہ چین اور جاپان باقی ہے

چلے آؤ کہ میرا وقت آخر آگیا شاید
''نہ جینے کی کوئی صورت نہ کچھ امکان باقی ہے''

خدا والوں کو مت چھیڑو، تم اپنی خیریت چاہو
ابھی کربل کے جیسا اور بھی میدان باقی ہے

ہر اک جانب نظر آتے ہیں پرکھوں کے نشاں روشن
ہمارے ملک پر ان کا ابھی احسان باقی ہے

نہ جانے ختم کب ہوگا یہ جھگڑا اپنے لوگوں کا
کہ گھر تو بٹ گیا لیکن ابھی دالان باقی ہے

بھٹکنے کا نہیں خطرہ ہے نعمتؔ تیرہ راہوں میں
ہماری رہنمائی کیلئے قرآن باقی ہے

یہ مجھے معلوم ہے وہ ساتھ کیا لے جائیگا
خود ہے منصف اپنے حق میں فیصلہ لے جائیگا

دامنِ یوسف نہ تہمت سے رہا محفوظ جب
کوئی کیسے اپنے دامن کو بچا لے جائیگا

وقت سے پہلے کبھی اپنی غزل مت پیش کر
ورنہ فکر وفن ترا کوئی چرا لے جائیگا

کس طرح محفوظ رکھے گا اسے تو سوچ لے
وقت کا قزاق تیرا حوصلہ لے جائیگا

سائباں تیرا بنے گا چلچلاتی دھوپ میں
ساتھ اپنے تو اگر ماں کی دعا لے جائیگا

طنز کے پتھر کا سب تجھ کو بنائیں گے ہدف
شعر کی صورت میں گر تو آئینہ لے جائیگا

مت بھروسا کر کسی بھی مطلبی انسان پر
''وہ سہارا دے کے تیرا حوصلہ لے جائیگا''

جیب میں گھر کا پتہ لیکر نہ نکلو گے اگر
رب ہی جانے کس جگہ پھر حادثہ لے جائیگا

گر چراغِ آگہی روشن ہوں تیرے شعر میں
اوج پر تجھ کو ترا یہ سلسلہ لے جائیگا

یہ متاع مال و زر نعمتؔ نہیں کچھ کام کی
تو سوا اعمال کے اور کیا لے جائیگا

زمیں اچھی نہیں لگتی زماں اچھا نہیں لگتا
بنا تیرے مجھے تو یہ جہاں اچھا نہیں لگتا

یہیں سے ملتی تھی خوشبو وفا کی میرے آقا کو
تو پھر کیسے مجھے ہندوستاں اچھا نہیں لگتا

یہ سچ ہے گھر کی زینت کو بڑھاتے ہیں یہ بچے
بزرگوں کے بنا کوئی مکاں اچھا نہیں لگتا

مرے ایثار و قربانی کا اور صبر و تحمل کا
یہ تیرا روز لینا امتحاں اچھا نہیں لگتا

ذرا سی بات پر اکثر یہ تیرا روٹھ کر جانا
سبھی سے تیرا ہونا بدگماں اچھا نہیں لگتا

جو خاطر خواہ ماں اور باپ کی خدمت نہ کر پائے
کبھی بھی ہم کو ایسا نوجواں اچھا نہیں لگتا

حسد کی آگ میں جلتے ہو تم اے واعظِ ناداں
تمہارے دل کے جلنے کا دھواں اچھا نہیں لگتا

کسی بھی بے خطا انسان پر حملہ نہیں کرتے
لہو کرنا کسی کا رائگاں اچھا نہیں لگتا

وقار اس آدمی کا کیوں نہ ہو مجروح بالآخر
جسے پرکھوں کا بھی نام و نشاں اچھا نہیں لگتا

بھلا بتلایئے نعمتؔ کہ اس دورِ ترقی میں
کسے مادر پدر کا سائباں اچھا نہیں لگتا

ہمارے حال پر ان کے کرم کی جب نظر ہوگی
اندھیری رات میں روشن ہماری رہ گزر ہوگی

صداقت کو اگر اپنا وطیرہ تو بنا لے گا
زباں سے نکلی ہر اک بات تیری پُر اثر ہوگی

وہ اپنی بزم میں چرچا ذرا بھی کر نہیں سکتے
اگر ہوگی بھی میری بات بالکل مختصر ہوگی

صلاح الدین سا اب کوئی بھی رہبر نہ آئے گا
ہماری آہ کیا کم بخت اتنی بے اثر ہوگی

زمیں پر بوجھ بڑھتا جا رہا ہے جو گناہوں کا
عذاب آئے گا اک دن یہ زمیں زیر و زبر ہوگی

ہمیں یوں چھوڑ کر جاتے ہوئے یہ تو بتا جاؤ
تمہارے بن ہماری زندگی کیسے بسر ہوگی

خدا کی یاد سے جس کا نہ دل روشن ہوا نعمتؔ
تو اس کی زندگی پھر کیسے بے خوف و خطر ہوگی

چھوڑ کر در تیرا کیوں اور کہاں تک دیکھوں
تو ہی تو آئے نظر جب بھی جہاں تک دیکھوں

کب تلک ہنس کے چھپائے گا تو اپنے غم کو
چشمِ بینا سے ترے دردِ نہاں تک دیکھوں

جانے کب چھت پہ ٹہلتا ہوا آجائے نظر
روز یہ سوچ کے میں اس کے مکاں تک دیکھوں

جو بہاروں کے بھی موسم میں کبھی ساتھ نہ دے
اس کا کیوں راستہ میں دورِ خزاں تک دیکھوں

جن کے ہاتھوں میں ہوا کرتے تھے خوش رنگ گلاب
ان کے ہاتھوں میں بھی اب تیر کماں تک دیکھوں

آج ہی سخت ضرورت ہے میری دونوں طرف
میں ادھر دیکھوں یا پھر ان کے مکاں تک دیکھوں

پھاڑ کے اس کو بھی کل پھینک دیا ہے باہر
"میں فقط ایک ہی تصویر کہاں تک دیکھوں"

گتھیاں لوگوں کی سلجھانے میں رہ جاتا ہوں
اتنی فرصت ہے کہاں جسم اور جاں تک دیکھوں

دلکشی آئی نہیں اپنے بیاں میں جبکہ
کیسے پھر اور کے بھی طرزِ بیاں تک دیکھوں

جا کے صحرا میں بھی مجنوں کی طرح میں نعمت
غور سے یار کے قدموں کے نشاں تک دیکھوں

جب وفا داری کے پردے میں ہوں کچھ غدار بھی
زخم کھا کر بیٹھ جاتا ہے سپہ سالار بھی
حسن کی فطرت سے میں بھی آشنا ہوں اس لیے
اس کا ہر انکار لگتا ہے مجھے اقرار بھی
آپ ہی کہیئے کہ ہوگا حال کیا اس قوم کا
جھوٹ جب کہنے لگیں گے قوم کے سردار بھی
آپ کے تھے آپ کے ہیں اور رہیں گے آپ کے
مان لوں گا آپ گر کہہ دیں سرِ بازار بھی
سب یہاں کرنے لگیں گے دل سے اس کا احترام
ہوگا جو بھی غازیٔ گفتار اور کردار بھی
دشمنی ہونے لگی جب بھائیوں کے درمیاں
"جم گیا دیوار بن کر سایۂ دیوار بھی"
اس نے لوٹائی نہ نعمت کی امانت آج تک
بارہا کرتا رہا تھا گرچہ وہ اصرار بھی

ہدیہ تشکر

چونکہ شاعری سے والہانہ لگاؤ ہے اس لیے گونا گوں مصروفیات کے باوجود میں اس کے لیے وقت نکال لیتا ہوں۔ درس وتدریس سے وابستگی کے علاوہ کل ہند سطح پر دینی اجلاس میں اکثر وبیشتر شرکت کرنا پڑتی ہے۔ مگران حالات میں بھی شعروں کا نزول ہوتا رہتا ہے۔ اگر چہ اسی نئے الفیئے سے شعری سفر کا آغاز کیا ہے مگر تسلسل سے شعر گوئی کے سبب اس قلیل عرصے میں بھی ناچیز کے چار نعتیہ مجموعے شایع ہوکر اہلِ ادب سے خراج حاصل کر چکے ہیں۔ مشاہیرِ ادب کی حوصلہ افزائیوں سے تحریک پاکر یہ پانچواں مجموعہ منظرِ عام پر لانے کی جرأت کی ہے جو غزلوں پر مشتمل ہے۔ اپنی شاعری کی مدت قلیل ہونے کے باعث میں تسلیم کرتا ہوں کہ ابھی میری شاعری میں صلابتِ فکری کی جستجو قبل از وقت ہوگی کیونکہ اس میں کمیاں ضرور رہ گئی ہوں گی۔ اہلِ نقد وادب سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ ان کمیوں کی نشاندہی فرما کر ناچیز کی رہنمائی کریں۔

اس مجموعے کو خدوخال عطا کرنے میں جن کرم فرماؤں نے اپنے قلمی تعاون اور مشوروں سے نوازا ان کے اسمائے گرامی ہیں: پروفیسر فاروق احمد صدیقی، ڈاکٹر حسن رضا خاں، ڈاکٹر وصی مکرانی واجدی، مولانا قمر الزماں مصباحی، مولانا توفیق احسن برکاتی، مفتی عبدالغفار ثاقب، محترم سعید رحمانی، ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی، حسن رضا اطہر اور ڈاکٹر امجد رضا امجدؔ۔ میں ان سبھی کرم فرماؤں کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

اس کے علاوہ بہار اردو ڈائرکٹوریٹ کے سکریٹری محترم امتیاز احمد کریمی صاحب اور اراکینِ ڈائرکٹوریٹ کا بطورِ خاص ممنونِ احسان ہوں جنھوں نے ناچیز کی فکری کاوش کو منظوری عطا کر کے منصۂ شہود پر لانے میں مالی تعاون سے نوازا۔ آخر میں یہ اعتراف کرتا ہوں کہ اپنے محبِ گرامی جناب غلام رسول قریشی صاحب کا ہمیشہ رہینِ منت رہوں گا جنھوں نے قدم قدم پر اپنے گرانقدر مشوروں سے نوازا اور میری حوصلہ افزائی فرمائی۔

ا

احقر العباد

نعمت رضوی

سوانحی خاکہ

نام	:پھول محمد انصاری
قلمی نام	:نعمت رضوی
تاریخِ پیدائش	:۲۰ ستمبر ۱۹۷۸ء
ولدیت	:محترم عبدالعزیز انصاری صاحب
تعلیم	:فاضل منظرِ اسلام۔ بریلی (یوپی) بی۔اے۔ آزاد نیشنل کالج۔ حیدرآباد
مشغلہ	:درس وتدریس
آغازِ شاعری	:نئے الفیئے سے
مطبوعات	:حرف حرف روشنی (۱۴۔۲۰۱۳)، روشن حروف (۲۰۱۴)، روشن عبارت (۲۰۱۵)، تحائفِ نعمت، ادائے سخن (نعتیہ مجموعے) لشکر سمیٹ لو (غزلیہ مجموعہ)
پتہ	:بنگل۔ چھپرہ میگھ۔ سلوت۔ مظفر پور۔843119 بہار
خط وکتابت کا پتہ	:فیضی کتاب گھر۔ مسہول۔ چوک سیتامڑھی۔ 843301 بہار
موبائل	:9470457536 //9162113468

E.mail:phoolmdnemat4786@gmail.com

LASHKAR SAMET LO
(Anthology Of Gazals)
By
Nemat Razvi

نعمت رضوی کا شعری مجموعہ "لشکر سمیٹ لو" مسودہ کی شکل میں میرے پیش نظر ہے۔ میں نے اس پر اک طائرانہ نظر ڈالی اور محظوظ ہوا۔ زندگی کے تلخ وشیریں تجربات کا نعمت رضوی نے بڑے سلیقے سے احاطہ کیا ہے۔ ایک دینی ادارہ کی چہار دیواری میں محصور رہ کر زندگی گزارنے والا شاعر زندگی اور زمانہ کے نشیب وفراز پر وسیع وعمیق نظر رکھتا ہو، واقعی حیرت ومسرت کی بات ہے۔ ان کے یہاں بے حد خوبصورت اشعار بھی کافی تعداد میں ملتے ہیں۔ اس سے یہ خوشگوار احساس ہوتا ہے کہ وہ شاعری کے لوازمات اور فنی مطالبات کا درک رکھتے ہیں اور بڑی خوبصورتی سے اپنے خیالات کی تجسیم کرتے ہیں۔ اگر ان کا شعری سفر اسی طرح ارتقائی منزلیں طے کرتا رہا تو ان کے تابناک مستقبل کی ضمانت دی جاسکتی ہے۔

نیک خواہشات کے ساتھ
(پروفیسر) فاروق احمد صدیقی
موبائیل نمبر۔ 9835660835

نعمت رضوی مظفر پور کے ادبی گلشن کے وہ شاداب پھول ہیں جس کی خوشبو سے پورے ہندوستا کی فضا معطر ہو رہی ہے۔ ان کی شاعری روایت سے درایت تک کی منزلیں طے کرتی ہوئی عصر حاضر کے سنگین مسائل سے ہم کلام نظر آتی ہے۔ یہ شاعری ان کے بالیدہ شعور، فکری طہارت، تعمیری جذبہ اور عصری حسیت کا روشن اشاریہ ہے۔ خصوصاً ان کی غزلیں ایجاز واختصار کا عمدہ نمونہ ہوتی ہیں جن میں گہرائی وگیرائی بھی ہے اور طہارت زبان وبیان کی چاشنی بھی۔ اس کے ساتھ اسلوب کی شگفتگی اور لفظوں کی معنویت ان کی شعری بصیرت کی آئینہ دار ہے۔ مختصر یہ کہ ان کی غزلیہ شاعری سلاست وسادگی کے ساتھ انفرادیت کی حامل ہے اور پذیرائی کی مستحق بھی۔

اپنی بے پناہ مصروفیات کے سبب ان کی جتنی غزلوں کا مطالعہ کر پایا انہی کی روشنی میں اپنے یہ تاثرات پیش کئے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ادبی حلقہ ان کی خاطر خواہ پذیرائی کرے گا۔

ڈاکٹر حسن رضا
پی۔ ایچ۔ ڈی پٹنہ